﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۲۴؍اکتوبر ۲۰۰۳ء | ۲۸؍شعبان ۱۴۲۴ ہجری قمری ۲۴؍اخاء ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۴۳

حاملین قرآن

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد میں تین خوبیاں ضرور پیدا کرو۔ اپنے نبی سے محبت، نبی کے اہل بیت کی محبت اور تلاوت قرآن۔ کیونکہ حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اصفیاء کے ساتھ اس روز اللہ کے سائے کے نیچے ہوں گے جس دن کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ (الجامع الصغیر سیوطی)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

مومن دلیر اور شجاع ہوتا ہے مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں کہ اس میں موقع شناسی نہ ہو

اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی تو یاد رکھو وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔

’’ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے اور مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لئے تیار رہنا چاہئے اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرے۔ بزدلی منافق کا نشان ہے۔ مومن دلیر اور شجاع ہوتا ہے مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں کہ اس میں موقع شناسی نہ ہو۔ موقع شناسی کے بغیر جو فعل کیا جاتا ہے وہ تہوّر رہتا ہے۔ مومن میں شتابکاری نہیں ہوتی بلکہ وہ نہایت ہوشیاری اور تحمل کے ساتھ نصرت دین کے لئے تیار رہتا ہے اور بزدل نہیں ہوتا۔ انسان سے کبھی ایسا کام ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیتا ہے۔ مثلاً کسی سائل کو اگر دھکا دیا تو سختی کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والا فعل ہوتا ہے اور اُسے توفیق نہیں ملے گی کہ اُسے کچھ دے سکے، لیکن اگر نرمی یا اخلاق سے پیش آوے گا اور خواہ اسے پیالہ پانی ہی کا دیدے تو وہ ازالہٗ قبض کا موجب ہو جاوے گا۔

انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی ہے۔ بسط کی حالت میں ذوق اور شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھتی ہے، نمازوں میں لذت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعض وقت ایسی حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذوق اور شوق جاتا رہتا ہے اور دل میں ایک تنگی کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ جب یہ صورت ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور پھر درود شریف بہت پڑھے، نماز بھی بار بار پڑھے، قبض کے دُور ہونے کا یہی علاج ہے۔

علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۃ الفاطر: ۲۹)۔ اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی تو یاد رکھو وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔

قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کے مامور اور مُرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلاء اور اخفاء کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں۔ سعید جو باریک بین اور دُور بین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبتِ فطرت سے اُن اُمور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جن کی فطرت کو سعادت اور رُشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس کا برا نتیجہ اُن کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

دیکھو مکّہ معظّمہ میں جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو ابوجہل بھی مکّہ ہی میں تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکّہ ہی کے تھے لیکن ابوبکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپؐ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابوجہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔

اس میں کیا سرّ تھا؟ پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابوالحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امورِ حقہ کی تعلیم دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

مَیں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور مَیں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں مگر افسوس مَیں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے کہ وہ وقت ضرور آئے گا کہ خدا تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دے گا اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائے گی لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جاوے گا اور پھر کوئی ایمان سُودمند نہ ہو سکے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۶-۸)

مسجد کی اصل زینت عمارتوں سے نہیں بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص سے نماز پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ ہر مسجد کی بنیاد تقویٰ اللہ پر ہو اور یہ نمازیوں سے کم پڑ جائیں۔

مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد ’’مسجد بیت الفتوح‘‘ کے افتتاح کے موقع پر آداب مساجد اور ان کی آبادی کے موضوع پر پرمعارف خطبہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۳؍اکتوبر ۲۰۰۳ء)

(لندن ۳؍اکتوبر ۲۰۰۳ء) : سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مغربی یورپ کی سب سے بڑی نوتعمیر شدہ

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

برکتوں والا مہینہ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! ایک بڑی عظمت والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ہاں! ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔اس مہینہ میں جو شخص کسی نفلی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اُسے اس نفل کا ثواب عام دنوں میں فرض ادا کرنے کے برابر ملے گا اور جس نے اس مہینے میں ایک فرض ادا کیا اسے عام دنوں کے ستّر فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ اور یہ مہینہ صبر کا ہے۔اور صبر کا ثواب جنت ہے۔اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اسے آگ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ اور اسے روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو۔(صحابہؓ بیان کرتے ہیں) ہم نے حضور ﷺ سے سوال کیا: ہم میں سے ہر ایک کی اتنی توفیق نہیں کہ روزہ دار کی افطاری کا انتظام کر سکے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ افطاری کا ثواب اس شخص کو بھی دیتا ہے جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ میں پانی ملا کر دودھ کی کچی لسّی یا کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے ہی روزہ کھلوا دیتا ہے۔اور جو روزہ دار کو سیر کر کے پیٹ بھر کے کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزولِ رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے۔

اور جو اس مہینے میں اپنے مزدور یا خادم سے اس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور کم خدمت لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی بخش دے گا اور اسے آگ سے آزاد کر دے گا''۔

(بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

نزول قرآن اور ظہور برکات کا زمانہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''رمضان نزول قرآن اور برکات کا مہینہ ہے اور مہدی موعود بھی رمضان کے حکم میں ہے کیونکہ اس کا زمانہ بھی رمضان کی طرح نزول معارف قرآن اور ظہور برکات کا زمانہ ہے''۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱)

اللہ سے بندے کو ملا دیتے ہیں روزے

اک شمع سی سینے میں جلا دیتے ہیں روزے
راتوں کو سماں دِن کا دکھا دیتے ہیں روزے

سوئی ہوئی تقدیر جگا دیتے ہیں روزے
مولا کی اطاعت کا مزا دیتے ہیں روزے

آنکھوں پہ نہیں رہتا کوئی نفس کا پردہ
انسان کو انسان بنا دیتے ہیں روزے

آلائشیں دُھل جاتی ہیں سب قلب و نظر کی
کچھ رُوح کو اس طرح جلا دیتے ہیں روزے

اٹھی ہیں مساجد سے تلاوت کی صدائیں
اللہ کا پیغام سنا دیتے ہیں روزے

ڈھل جاتا ہے دل عجز کے سانچوں میں کچھ ایسا
چنگل سے تکبر کے چھڑا دیتے ہیں روزے

ہے جس کے لئے خُلدِ بریں منزل آخر
اُس راہ پہ ہستی کو لگا دیتے ہیں روزے

اِک نور سا ہر سمت برستا ہے فضا میں
تطہیر کی خوشبو میں بسا دیتے ہیں روزے

رُوحوں میں اترتی ہے صدا ''ملہم حق'' کی
اللہ سے بندے کو ملا دیتے ہیں روزے

ہوتا ہے کچھ اس طرح درِ لطف و کرم وا
جو مانگے کوئی اُس سے سِوا دیتے ہیں روزے

(ثاقب زیروی)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

مسجد ''مسجد بیت الفتوح'' میں ارشاد فرمایا۔تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ الاعراف کی آیات ۳۰ تا ۳۲ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اس وقت خطبہ جمعہ کے ساتھ اس مسجد کا جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ''بیت الفتوح'' رکھا تھا، اس کا افتتاح کیا جا رہا ہے۔خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کے لئے ۱۹۹۵ء میں تحریک کرتے ہوئے عالمگیر جماعت احمدیہ سے پانچ ملین پاؤنڈز کی تحریک فرمائی۔۱۹۹۶ء میں یہ زمین خریدی گئی۔۱۹۹۹ء میں حضور انور رحمہ اللہ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔اس وقت قدرتی طور پر جذباتی لحاظ سے ہمیں خلیفہ رابعؒ کی یاد بھی آ رہی ہے جنہوں نے اس منصوبہ کو شروع کیا تھا۔آپؒ کے لئے دعائیں بھی نکل رہی ہیں اور ہمیں آپ کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ فروری ۲۰۰۱ء میں انتظامی تبدیلی کے بعد اس کی نگرانی مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر یوکے کے سپرد ہوئی اور ایک کمیٹی بنی جس کے کوآرڈینیٹر ناصر خان صاحب تھے۔ان کی ٹیم بالخصوص انجم عثمان صاحب نے دن رات کام کر کے اس کی تکمیل کی۔ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے محنت کی۔رضا کار خدام اور دنیا بھر کے احمدی جنہوں نے مالی قربانی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنی رحمتوں اور فضلوں کی بارش ان پر برساتا رہے۔

حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ مسجد بیت الفتوح کا مسقّف حصہ ۳۵۰۰ مربع میٹر ہے جس میں اندازاً چار ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں جبکہ اس کے کمپلیکس میں دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔اس کا کارپٹ امریکہ کے منور احمد صاحب نے مہیا کیا ہے اور ان کی ٹیم نے خود بچھایا۔اس وقت یہ مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے جو تمام جدید سہولیات سے آراستہ ہے۔اللہ کرے کہ یہ ہمیشہ یورپ میں دین کی خوبصورت تعلیم اور دینی نمونہ پیش کرنے والی ہو اور نیک فطرت لوگ یہاں آئیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو بنا دینا کافی نہیں، ہم جو کہ امام الزمان کو ماننے والے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ اس کی آبادی کے سامان کریں اور مسلسل جدوجہد اور کوشش کے ذریعہ اللہ کے انعامات کے وارث ٹھہریں اور دنیا میں بھائی چارے کے دینی پیغام کو پہنچانے والے ہوں۔دنیا میں اخلاق حسنہ اور اعلیٰ دینی روایات کو ہم نے قائم کرنا ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ ہی یہ ہو سکتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مساجد کی آبادی اور ان کے آداب اور زینت کا بھی ہمیں خیال رکھنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے اللہ کا گھر بنایا خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ ذکر الٰہی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ان میں مشاعرے کرنا، خرید و فروخت کرنا، حلقے بنا کر گفتگو اور اسلحہ کی نمائش کرنا منع ہے۔یہ جنت کے باغ ہیں اور ذکر الٰہی اس کی خوراک ہے اور یہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہیں ہیں۔اس کی صفائی سے اجر ملتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دین میں ضعف آ گیا ہے اور اخلاق اٹھ گئے ہیں۔اب اس سلسلہ کے ذریعہ خدا نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہی زندگی کا مقصد ہے۔اس کی عبادت کرو اور اس کے بن جاؤ۔ ہماری جماعت کو مساجد کی بہت ضرورت ہے کیونکہ یہ جماعت کی ترقی کی بنیاد ہے۔جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ نماز باجماعت ادا کریں تا اتفاق و اتحاد پیدا ہو۔حضور نے فرمایا کہ مساجد کی اصل زینت عمارتوں سے نہیں بلکہ نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص سے نماز پڑھتے ہیں اور نمازی ہی اصل رونق ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ ہر مسجد کی بنیاد تقویٰ اللہ پر ہو۔اور یہ مساجد نمازیوں سے کم پڑ جائیں۔پس اے احمدیو! اٹھو! اور دوڑو اور ان کو آباد کرو تا احمدیت کی فتح کے دن ہم جلد دیکھ سکیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آغازِ نزولِ قرآن مجید

(ماخوذ از تفسیر کبیر، سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ العلق کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"..........حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ پر ابتداء میں جو وحی نازل ہوئی وہ رؤیا صادقہ کی صورت میں نازل ہوئی تھی۔ آپؐ جو بھی خواب دیکھتے وہ ایسے واضح رنگ میں پوری ہو جاتی جیسے فجر کا طلوع ہوتا ہے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ کے دل میں یہ رغبت پیدا ہوئی کہ آپؐ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ بعض دوسری حدیثوں میں آتا ہے کہ ان دنوں رسول کریم ﷺ کو خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے زیادہ اور کوئی چیز پیاری نہیں تھی۔ چنانچہ آپ غار حراء میں جاتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ عبادت کا یہ طریق تھا کہ آپ کئی کئی راتیں غار حراء میں بسر کر دیتے اور دن رات اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مشغول رہتے۔ جتنا عرصہ آپؐ نے عبادت کا ارادہ کیا ہوتا اتنے عرصہ کے لئے آپ غار حراء میں ہی اپنا زاد راہ لے جاتے تھے اور جب وہ ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ وہ اتنا ہی اور زاد راہ تیار کر کے دے دیتیں۔ اور آپؐ پھر اس کو ساتھ لے کر عبادت کے لئے غار حراء میں چلے جاتے۔

ایک دن آپؐ اسی طرح غار حراء میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے کہ آپؐ پر وحی الٰہی کا آغاز ہو گیا۔ ایک فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور اس نے کہا: ﴿اِقْرَاْ﴾۔ یعنی پڑھ۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "مَا اَنَا بِقَارِیءٍ"۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ "قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ"۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ جواب دیا تو اس نے مجھے پکڑا اور بھینچنا شروع کر دیا۔ غطّ کے معنے ہوتے ہیں کسی چیز کو پانی میں ڈبو دینا۔ لیکن محاورہ میں غطّ بھینچنے کو کہتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے بھینچا اور اتنا بھینچا حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدُ، میری مقابلہ کی طاقت ختم ہو گئی۔ یعنی میں نے سمجھا کہ اگر اس نے مجھے زیادہ بھینچا تو میں مر جاؤں گا۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھ! میں نے کہا میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ اس نے پھر مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری مقابلہ کی طاقت ختم ہو گئی۔ اس پر اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا ﴿اِقْرَاْ﴾۔ میں نے کہا میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ اس نے تیسری دفعہ پھر مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری مقابلہ کی طاقت ختم ہو گئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (اس سورۃ کی یہ آیات پڑھ کر) کہا ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾۔

اس کے بعد راوی کے اپنے الفاظ میں حدیث آتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس واقعہ کے فوراً بعد اپنے گھر واپس آئے اور آپ کی حالت یہ تھی کہ اس وقت آپ کے کندھے خوف سے کانپ رہے تھے۔ رسول کریم ﷺ جب اپنے گھر پہنچے تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا "زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ" مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو کپڑوں سے ڈھانک دیا یہاں تک کہ آپؐ کا خوف دور ہو گیا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپؐ نے ساری بات سنائی اور فرمایا کہ مجھے تو اپنے نفس کے متعلق ڈر پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا: ایسا مت خیال کیجئے بلکہ آپ خوش ہو جائیے۔ مجھے اللہ ہی کی قسم وہ آپ کو کبھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں، ہر سچی بات کی تصدیق کرتے ہیں، خدا تعالیٰ کی کسی بات کا انکار نہیں کرتے، جو لوگ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ان کے بوجھ آپ خود اٹھاتے ہیں، ہر آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور جو لوگ ایسے مصائب میں مبتلا ہوں کہ اس میں ان کی شرارت کا دخل نہ ہو بلکہ حوادث زمانہ کی وجہ سے انہیں تکلیف پہنچی ہو آپ ان کا بوجھ بٹاتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے رسول کریم ﷺ کو اپنے ساتھ لیا اور آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو حضرت خدیجہؓ کے ابن عم یعنی چچا زاد بھائی تھے۔ یہ ورقہ بن نوفل ان لوگوں میں سے تھے جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ وہ تورات کو عربی زبان میں لکھوایا کرتے تھے (یا اندھا ہونے سے پہلے لکھا کرتے تھے)۔ اور جتنی خدا تعالیٰ توفیق دیتا تھا عبرانی زبان سے انجیل بھی لکھوایا کرتے تھے (یعنی اس کا عربی میں ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے تھے)۔ وَكَانَ شَیْخًا كَبِیْرًا قَدْ عَمِیَ۔ اور وہ بوڑھے آدمی تھے جو بڑھاپے میں آ کر نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے مختصراً سب حال کہا اور کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھائی کے بیٹے کے منہ سے سب بات سن لو۔ ورقہ نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے تو نے کیا دیکھا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ تفصیلاً بتایا۔ ورقہ نے تمام باتیں سن کر کہا۔ یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا، کاش میں اُس وقت زندہ ہوتا جب تیری قوم تجھے نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَوَمُخْرِجِیَّ هُمْ۔ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟۔ ورقہ نے کہا ہاں ہاں تیری قوم تجھے نکال دے گی کیونکہ آج تک کوئی شخص اس تعلیم کو لے کر نہیں آیا جس تعلیم کو تو لے کر کھڑا ہوا ہے مگر اُس کی قوم نے اُس سے ضرور دشمنی کی ہے۔ اگر مجھے بھی وہ دن دیکھنا نصیب ہوا جب تو اپنی قوم کے سامنے اس تعلیم کا اعلان کرے گا اور قوم تیری شدید مخالفت کرے گی یہاں تک کہ وہ تجھے اس شہر سے نکال دے گی تو میں کمر باندھ کر تیری مدد کروں گا۔ مگر اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد ورقہ بن نوفل فوت ہو گئے اور وحی میں وقفہ پڑ گیا۔ ہمیں لوگوں کی طرف سے جو خبریں پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ فترۃ وحی سے رسول کریم ﷺ کو بہت ہی غم ہوا۔ کئی دفعہ آپ باہر جاتے اور ارادہ کرتے کہ کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں مگر جب بھی آپ پہاڑ کی کسی چوٹی پر اس ارادہ سے جاتے کہ اپنے آپ کو نیچے پھینک دیں تو جبریل آتے اور کہتے اے محمد (ﷺ) آپ تو اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس سے آپؐ کا جوش تھم جاتا، آپ کا نفس ٹھنڈا ہو جاتا اور آپؐ واپس لوٹ آتے۔ مگر جب فترۃ وحی کا زمانہ لمبا ہو گیا تو ایک دفعہ پھر آپ اسی ارادہ سے نکلے اور پہاڑ کی چوٹی پر گئے مگر وہاں آپ کو پھر جبریل نظر آئے اور انہوں نے پھر اسی قسم کی بات کی۔

یہ روایت ابتداء وحی کے متعلق مسند احمد بن حنبل میں آتی ہے۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب کے ابتدائی باب یعنی "بَابُ كَیْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" میں درج کیا ہے۔ اسی طرح بخاری جلد ۴ باب التَّعْبِیْر میں بھی یہ حدیث آتی ہے۔ مگر مسند احمد بن حنبل اور بخاری کی اس روایت میں کسی قدر فرق پایا جاتا ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ اس حدیث میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے کہا تَصْدُقُ الْحَدِیْثَ مگر بخاری بَابُ كَیْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ میں جو حدیث درج ہے اس میں تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ کے الفاظ آتے ہیں۔ یعنی وہ خوبیاں جو دنیا سے معدوم ہو چکی ہیں وہ آپ کما رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ اخلاق فاضلہ جن پر دنیا عمل نہیں کرتی ان پر آپؐ کا عمل پایا جاتا ہے۔

دوسرے بخاری کی ابتدائی حدیث میں ورقہ بن نوفل کے متعلق یہ ذکر نہیں آتا کہ كَانَ یَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِیَّ وہ تورات کو عربی زبان میں لکھوایا کرتے تھے۔ (اصل الفاظ یَكْتُبُ کے ہیں جس کے معنے لکھنے کے ہیں لیکن چونکہ اندھے ہو گئے تھے اس لئے اس کے معنے یہاں لکھوانے کے ہیں۔ ان معنوں میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یا پھر اس کے یہ معنی ہیں کہ اندھا ہونے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے)۔

تیسرے اس حدیث میں یہ ذکر آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے کئی دفعہ پہاڑ سے اپنے آپ کو نیچے گرانے کا ارادہ کیا لیکن بخاری کی وہ حدیث جو بَابُ كَیْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ میں آتی ہے اس میں اس واقعہ کا ذکر نہیں آتا۔ لیکن بخاری جلد ۴ باب التَّعْبِیْر میں جو حدیث آتی ہے اس میں تَصْدُقُ الْحَدِیْثَ کے بھی الفاظ ہیں اور كَانَ یَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِیَّ کے بھی الفاظ ہیں اور اس واقعہ کا بھی ذکر آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے کئی دفعہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کیا۔

چوتھے اس حدیث میں یہ ذکر آتا ہے کہ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا لیکن بخاری میں یہ ذکر آتا ہے کہ اس نے کہا هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰی مُوْسٰی۔ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

بہر حال اس معمولی فرق کے باوجود نفس مضمون دونوں حدیثوں کا ایک ہی ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کی بنا پر شراح اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ پہلی وحی ہے جو رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔

ابن کثیر کہتے ہیں فَاَوَّلُ شَیْءٍ نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ الْكَرِیْمَاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَهُنَّ اَوَّلُ رَحْمَةٍ رَحِمَ اللّٰهُ بِهَا الْعِبَادَ وَاَوَّلُ نِعْمَةٍ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِهَا عَلَیْهِمْ۔ یعنی یہ قرآن کریم کی پہلی بزرگ اور مبارک آیات ہیں جو رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئیں۔ یہ پہلی رحمت ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرمایا اور پہلی نعمت ہیں جس کے ذریعہ اس نے اپنے فضل سے انہیں سرفراز فرمایا۔

اس جگہ ضمنی طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کی بعض آیات میں بعض انبیاء کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ غلطی سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ وہ خوبیاں ان میں ساری دنیا کے مقابلہ میں ممتاز طور پر پائی جاتی تھیں، حالانکہ یہ درست نہیں ہوتا۔ زبان کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی کی خاص طور پر کوئی خوبی بیان کی جاتی ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اسے ساری دنیا کے مقابلہ میں اس خوبی کے لحاظ سے فضیلت حاصل ہے بلکہ مراد محض اس زمانہ یا اس کی قوم یا خاندان کے لوگ ہوتے ہیں۔ مثلاً اسی جگہ ابن کثیر نہیں کہتے هُنَّ اَوَّلُ رَحْمَةٍ رَحِمَ اللّٰهُ بِهَا عَلٰی اُمَّةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ یہ وہ پہلی رحمت جو امت محمدیہ پر نازل ہوئی بلکہ کہتے ہیں هُنَّ اَوَّلُ رَحْمَةٍ رَحِمَ اللّٰهُ بِهَا الْعِبَادَ۔ یہ آیات وہ پہلی رحمت ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم و کرم کی بارش کا آغاز فرمایا۔ پھر وہ کہتے ہیں وَ اَوَّلُ نِعْمَةٍ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِهَا عَلَیْهِمْ۔ یہ پہلی نعمت ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی اور جس کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں پر بہت بڑا انعام نازل فرمایا۔ حالانکہ عیسیٰؑ کا کلام اس سے پہلے آ چکا تھا، موسیٰؑ کی کتاب اس سے پہلے آ چکی تھی، ابراہیمؑ کے صحف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو چکے تھے۔ درحقیقت یہ ایک محاورہ ہے جو عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ سننے والا پاگل نہیں۔ جب ہم کہیں گے کہ فلاں میں یہ خوبی پائی جاتی ہے تو لازماً وہ اسے ایک زمانہ کے لوگوں تک محدود رکھے گا۔ یہ نہیں سمجھے گا کہ شروع سے لے کر قیامت تک کے لوگوں پر اسے فضیلت حاصل ہو گئی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں بعض انبیاء کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ بھی اسی طرح اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے ہیں نہ کہ ساری دنیا کے لحاظ سے۔ جس طرح اس جگہ ابن کثیر نے قرآن کریم کی ان آیات کو پہلی رحمت اور پہلی نعمت قرار دیا ہے حالانکہ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ اور ابراہیمؑ اور نوحؑ سب اللہ تعالیٰ کا کلام لا چکے تھے۔ بہر حال چونکہ رسول کریم ﷺ کی امت پر یہ پہلی رحمت تھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اس لئے انہوں نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے اسے پہلی رحمت قرار دے دیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں هِیَ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (فتح البیان)۔ یہ قرآن میں سے پہلا حصہ ہے جو نازل ہوا۔

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں هٰذِهٖ اَوَّلُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ (فتح البیان)۔ یہ پہلی سورۃ ہے جو رسول کریم ﷺ پر نازل کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی روایت ہے۔ پھر لکھا ہے وَقَدْذَهَبَ الْجَمْهُوْرُ اِلٰى اَنَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ بَعْدَهٗ نٓ وَالْقَلَمِ ثُمَّ الْمُزَّمِّلُ ثُمَّ الْمُدَّثِّرُ (فتح البیان) ۔ کہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ یہ پہلی سورۃ ہے جو قرآن کریم میں سے نازل ہوئی ۔ اس کے بعد ن وَالْقَلَم نازل ہوئی پھر مُزَّمِّل نازل ہوئی اور پھر مُدَّثِّر نازل ہوئی۔

اسی سلسلہ میں بخاری میں كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ کے باب کے تحت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں ایک دفعہ گھر سے باہر جا رہا تھا کہ مَیں نے آسمان پر اسی فرشتہ کو دیکھا جو غار حرا میں آیا تھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے اس سے مَیں بہت مرعوب ہوا۔ مَیں گھر آیا اور کہا زَمِّلُوْنِیْ ، زَمِّلُوْنِیْ ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ ۔ یعنی جب مَیں گھر آیا اور مجھ پر کپڑا اوڑھا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ المدثر کی یہ آیات نازل کیں کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ ۔ اس کے بعد وحی جلد جلد نازل ہونی شروع ہوگئی۔

ان دونوں اقوال میں بظاہر کچھ اختلاف نظر آتا ہے یعنی خازن نے دوسری روایت نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اِقْرَاْ کے بعد سورۃ نٓ وَالْقَلَم نازل ہوئی پھر سورۃ مُزَّمِّل نازل ہوئی اور پھر سورۃ مُدَّثِّر نازل ہوئی۔

اور بخاری کی روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اِقْرَاْ کے بعد مُدَّثِّر نازل ہوئی۔ لیکن یہ اختلاف حقیقی نہیں۔ درحقیقت ایک امر کے نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے۔ لوگ عام طور پر خیال کرتے ہیں کہ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ کے بعد فترة الوحی ہوئی ہے۔ حالانکہ جو حدیث بخاری میں بیان ہوئی ہے اس سے یہ پتہ نہیں لگتا۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی اس کے کچھ عرصہ بعد ورقہ بن نوفل فوت ہوئے اور پھر فترة کا زمانہ آ گیا ۔ درمیانی عرصہ کا حدیث میں ذکر نہیں کیا گیا۔ فترۃ وحی چونکہ ایک اہم مسئلہ تھا اس لئے اس کا ذکر کر دیا گیا مگر اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اِقْرَاْ کے بعد فترۃ ہوئی بلکہ اِقْرَاْ کے بعد کچھ اور کلام نازل ہوا تھا اور اس کے بعد فترۃ ہوئی تھی اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ ۔ تو اس میں تو کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔ پھر کیا حکم دیا تھا جس کے متعلق اِقْرَاْ کہا گیا تھا۔ اِقْرَاْ کا لفظ صاف بتاتا ہے کہ کوئی باتیں رسول کریم ﷺ نے لوگوں سے کہنی ہیں ۔ وہ کہنے والی باتیں بہرحال اِقْرَاْ کے بعد نازل ہونی چاہئے تھیں۔

چنانچہ اِقْرَاْ کے بعد سورۃ نٓ وَالْقَلَم نازل ہوئی اس کے بعد سورۃ مُزَّمِّل نازل ہوئی اور پھر فترۃ کا زمانہ آ گیا۔

پس میرے نزدیک اصل واقعہ یہ ہے کہ اِقْرَاْ کی ابتدائی آیات اور اسی طرح نون والقلم اور سورۃ مزمل کی کچھ آیات پہلے نازل ہوئیں پھر فترۃ وحی ہوئی اور اس کے ختم ہونے پر سورۃ المدّثر نازل ہوئی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' تو اس کا یہ مفہوم نہیں تھا کہ مَیں کتاب نہیں پڑھ سکتا کیونکہ کتاب تو اس جگہ کوئی پیش ہی نہیں تھی۔ ایک حدیث میں بے شک آتا ہے کہ جبریل کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ مگر اس حدیث میں یہ ذکر نہیں آتا کہ جبریل نے وہ کپڑا دکھا کر رسول کریم ﷺ سے یہ کہا ہو کہ اس پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے پڑھو۔ کیونکہ اسی حدیث میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''مَیں کیا پڑھوں''۔ اگر اس نے کپڑا دکھا کر کچھ پڑھانا ہوتا تو آپ یہ نہ کہہ سکتے کہ مَیں کیا پڑھوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' کے الفاظ رسول کریم ﷺ نے انکسار کے طور پر استعمال فرمائے تھے۔ اور آپ ڈرتے تھے کہ مَیں عہدۂ نبوت کی اہم ذمہ داریوں کو پوری خوش اسلوبی سے ادا بھی کرسکوں گا یا نہیں۔ یہی حال ہر نبی کا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انہیں فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصاحت رکھتا ہے اسے بھی میرے ساتھ بھجوا دیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ مَیں اپنے ما فی الضمیر کو وہاں عمدگی کے ساتھ بیان نہ کرسکوں اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر جاؤں۔ یہ تو قرآن کریم کا بیان ہے۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کا نام نہیں لیا بلکہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا کام ان کے سپرد کیا گیا تو انہوں نے کہا:

'' اے میرے خداوند مَیں تیری منت کرتا ہوں۔ جس کو چاہے تو اس کے وسیلہ سے بھیج''۔

(خروج باب ۴ آیت ۱۳)

یعنی مَیں اس خدمت کا اہل نہیں، کسی اور شخص کو اس عہدہ پر کھڑا کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی یہ کام سپرد کر دیا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چالیس دن کے لئے پہاڑ پر گئے تو بعد میں حضرت ہارونؑ بنی اسرائیل کو سنبھال نہ سکے۔ باوجود ان کے منع کرنے کے وہ شرک میں مبتلا ہو گئے اور بچھڑے کی پرستش کرنے لگ گئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا کہ دیکھ لو انتخاب وہی صحیح تھا جو ہم نے کیا۔ تم نے اپنے لئے ہارونؑ کا انتخاب کیا تھا مگر ہارون قوم کی نگرانی نہ کر سکا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نبوت کا کام کسی عظیم الشان انسان کے سپرد کیا جاتا ہے تو طبعی طور پر وہ گھبراتا اور ہچکچاہٹ کا اظہار کرتا ہے۔ اور ڈرتا ہے کہ کہیں مَیں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کسی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو جاؤں ۔ رسول کریم ﷺ کی طبیعت میں حجاب بھی تھا ، انکسار بھی تھا۔ اپنے اہم فرائض کو دیکھتے ہوئے خوف بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کے استغناء کا بھی آپ کو احساس تھا اور ادب کی وجہ سے آپ یہ کہنا بھی مناسب نہ سمجھتے تھے کہ میری جگہ کسی اور کو مقرر کر دیں، مَیں اس کام کے قابل نہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر جیسے تجاہل عارفانہ کے طور پر کوئی اور بات کہہ دی جاتی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَیں پڑھنا نہیں جانتا۔ حالانکہ اس وقت آپ کو پڑھنے کے لئے نہیں کہا گیا تھا۔ درحقیقت یہ ایک ادب کا طریق تھا جو رسول کریم ﷺ نے اپنے جذبات کے اظہار کے لئے اختیار فرمایا۔ آپ نے سمجھا کہ براہ راست انکار کرنا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہوگی اور اگر مَیں نے کہا کہ مَیں اس کام کے قابل نہیں تو یہ بھی ادب کے خلاف ہوگا۔ اس لئے مَیں کوئی اور رنگ اختیار کروں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے یہ رنگ اختیار کیا کہ آپ نے فرمایا:: ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ''۔ مَیں تو پڑھے لکھے آدمیوں میں سے نہیں ہوں۔ مَیں نے کیا کام کرنا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خود فرشتہ نے بھی آخر میں ظاہر کر دیا تھا کہ اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ پڑھو بلکہ مطلب یہ تھا کہ جو کچھ مَیں کہتا جاؤں اسے ساتھ ساتھ دہراتے جاؤ۔ قَرَاَ کے دونوں معنے ہوتے ہیں۔ کسی چیز کو دہرانا یا لکھا ہوئے کو پڑھنا۔ پس جب فرشتے نے کہا اِقْرَاْ تو درحقیقت اس کے یہ معنے نہ تھے کہ لکھے ہوئے کو پڑھو۔ کیونکہ لکھا ہوا پڑھنا اس وقت مدنظر ہی نہیں تھا۔ فرشتے کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں اسے زبانی دہراتے جاؤ۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ان الفاظ کو دہرا دیا تو چونکہ اس کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے وہ واپس چلا گیا۔

ابتداء وحی ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جیسا کہ ابن کثیر نے کہا ہے یہ پہلی رحمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا اور پہلی نعمت ہے جس سے اُس نے اپنے فضل سے انہیں حصہ عطا فرمایا۔ پس اس سورۃ کی ابتدائی آیات اس لحاظ سے خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں کہ یہ قرآن کریم کے لئے بمنزلہ بیج اور گٹھلی کے ہیں اور ان آیات کے نزول کے بعد باقی قرآن نازل ہوا ہے۔ یوں تو سارا قرآن ہی اہمیت رکھتا ہے مگر جذباتی طور پر ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ایسی اہمیت رکھنے والی آیات ہیں کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرآن سے روشناس کرایا۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے دوست آپس میں ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے بعض دفعہ خاص طور پر اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ ان کی دوستی کا آغاز کس طرح ہوا یا میاں بیوی آپس میں مذاکرہ کرتے ہیں تو وہ بھی بعض دفعہ بڑے شوق سے یہ ذکر کرتے ہیں کہ ہمارا نکاح کس طرح ہوا۔ اگر معمولی دنیوی واقعات ایسی اہمیت رکھتے ہیں کہ انسان ان کا ذکر کرنے پر مجبور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وہ آخری کلام جس کے ذریعہ دنیا قیامت تک ہدایت پاتی رہے گی۔ جس کے ذریعہ انسانی پیدائش کا مقصد پورا ہوا، جس کے ذریعہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا، جس کے ذریعہ خالق اور مخلوق کا تعلق آپس میں قائم کیا گیا، اس کی بنیاد جن آیات پر ہے ان کی اہمیت و عظمت سے کون شخص انکار کر سکتا ہے۔ جس طرح میاں بیوی شوق سے باہم ذکر کرتے ہیں کہ ہماری دوستی کا آغاز کس طرح ہوا اسی طرح ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾۔ وہ الفاظ ہیں جن کے پڑھتے ہی انسان کا دل فرط محبت سے اچھلنے لگتا ہے، اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی ہے، اس کے خوابیدہ جذبات میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے یہ وہ آیات ہیں جن کے ذریعہ مجھے اپنے رب کا وصال حاصل ہوا، جن کے ذریعہ انسان اور خدا کا باہمی رشتہ جوڑا گیا اور دوستی کا وہ آخری مرحلہ قائم کیا گیا جو خدا اور بندے کے درمیان ہونا چاہئے''۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۹ صفحہ ۲۲۰۔۲۲۶)

❁❁❁ ❁❁❁

سیٹلائٹ

خطبہ جمعہ

دین کو دنیا پر مقدم کئے بغیر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ کامل فرمانبرداری اصل دین ہے

کبریائی اللہ کی چادر ہے۔ شرک کے بعد تکبر جیسی کوئی بلا نہیں

(شرائط بیعت حضرت مسیح موعودؑ کے مضمون کا پرمعارف اور روح پرور بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۲۹/اگست ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۹ ظہور ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام شیورٹ ہالے، فرینکفورٹ (جرمنی)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

جلسہ کی آخری تقریر میں مَیں شرائط بیعت کے متعلق بیان کر رہا تھا تو وقت کی وجہ سے ساری بیان نہیں کی گئیں۔ چھ شرائط اب تک بیان ہو چکی ہیں اور اب دو مَیں نے آج کے لئے لی ہیں۔ شرط ہفتم۔ ساتویں شرط یہ ہے: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

شیطان کیونکہ تکبر دکھانے کے بعد سے ابتدا سے ہی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مَیں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگاؤں گا اور عبادالرحمٰن نہیں بننے دوں گا اور مختلف طریقوں سے اس طرح انسان کو اپنے جال میں پھنساؤں گا کہ اس سے نیکیاں سرزد اگر ہو بھی جائیں تو وہ اپنی طبیعت کے مطابق ان پر گھمنڈ کرنے لگے اور یہ نخوت اور یہ گھمنڈ اس کو یعنی انسان کو آہستہ آہستہ تکبر کی طرف لے جائے گا۔ یہ تکبر آخر کار اس کو اس نیکی کے ثواب سے محروم کر دے گا۔ تو کیونکہ شیطان نے پہلے دن سے ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ انسان کو راہ راست سے بھٹکائے گا اور اس نے خود بھی تکبر کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا تھا اس لئے یہی وہ حربہ ہے جو شیطان مختلف حیلوں بہانوں سے انسان پر آزماتا ہے اور سوائے عبادالرحمٰن کے کہ وہ عموماً اس ذریعہ سے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں، عبادتگزار ہوتے ہیں، بچتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عموماً تکبر کا ہی یہ ذریعہ ہے جس کے ذریعہ شیطان انسان کو اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ یہ ہم نے بیعت کرتے ہوئے یہ شرط تسلیم کر لی کہ تکبر نہیں کریں گے، نخوت نہیں کریں گے، بکلی چھوڑ دیں گے۔ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کی مختلف قسمیں ہیں، مختلف ذریعوں سے انسانی زندگی پر شیطان حملہ کرتا رہتا ہے۔ بہت خوف کا مقام ہے۔ اصل میں تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو اس سے بچا جا سکتا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے بھی اس ساتویں شرط میں ایک راستہ رکھ دیا۔ فرمایا کیونکہ تم تکبر کی عادت کو چھوڑو گے تو جو خلا پیدا ہو گا اس کو اگر عاجزی اور فروتنی سے پُر نہ کیا تو تکبر پھر حملہ کرے گا۔ اس لئے عاجزی کو اپناؤ کیونکہ یہی راہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ آپ نے خود بھی اس عاجزی کو اس انتہاء تک پہنچا دیا جس کی کوئی مثال نہیں تبھی تو اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر آپ کو الہاماً فرمایا کہ تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔ تو ہمیں جو آپ کی بیعت کے دعویدار ہیں، آپ کو امام الزمان مانتے ہیں، کس حد تک اس خُلق کو اپنانا چاہئے۔ انسان کی تو اپنی ویسے بھی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ تکبر دکھائے اور اکڑتا پھرے۔ یہ قرآن شریف کی آیت میں پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾۔ (بنی اسراء یل:۳۸) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے انسان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ کس بات کی اکڑفوں ہے۔ بعض لوگ کنویں کے مینڈک ہوتے ہیں، اپنے دائرہ سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ اور وہیں بیٹھے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم بڑی چیز ہیں۔ اس کی مثال اس وقت مَیں ایک چھوٹے سے چھوٹے دائرے کی دیتا ہوں، جو ایک گھریلو معاشرے کا دائرہ ہے، آپ کے گھر کا ماحول ہے۔ بعض مرد اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کر رہے ہوتے ہیں کہ روح کانپ جاتی ہے۔ بعض بچیاں لکھتی ہیں کہ ہم بچپن سے اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہیں اور اب ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ ہمارے باپ نے ہماری ماں کے ساتھ اور ہمارے ساتھ ہمیشہ ظلم کا رویہ رکھا ہے۔ باپ کے گھر میں داخل ہوتے ہی ہم سہم کر اپنے کمروں میں چلے جاتے ہیں۔ کبھی باپ کے سامنے ہماری ماں نے یا ہم نے کوئی بات کہہ دی جو اس کی طبیعت کے خلاف ہو تو ایسا ظالم باپ ہے کہ سب کی شامت آ جاتی ہے۔ تو یہ تکبر ہی ہے جس نے ایسے باپوں کو اس انتہا تک پہنچا دیا ہے اور اکثر ایسے لوگوں نے اپنا رویہّ باہر ایسا رکھا ہوتا ہے، بڑا اچھا رویہ ہوتا ہے ان کا اور لوگ باہر سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان جیسا شریف انسان ہی کوئی نہیں ہے۔ اور باہر کی گواہی ان کے حق میں ہوتی ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو گھر کے اندر اور باہر ایک جیسا رویہ اپنائے ہوئے ہوتے ہیں ان کا تو ظاہر ہو جاتا ہے سب کچھ۔ تو ایسے بدخُلق اور متکبر لوگوں کے بچے بھی، خاص طور پر لڑکے جب جوان ہوتے ہیں تو اس ظلم کے ردّعمل کے طور پر جو انہوں نے ان بچوں کی ماں یا بہن یا ان سے خود کیا ہوتا ہے، ایسے بچے پھر باپوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک وقت میں جا کر جب باپ اپنی کمزوری کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس سے خاص طور پر بدلے لیتے ہیں۔ تو اس طرح ایسے متکبرانہ ذہن کے مالکوں کی اپنے دائرہ اختیار میں مثالیں ملتی رہتی ہیں۔ مختلف دائرے ہیں معاشرے کے۔ ایک گھر کا دائرہ اور اس سے باہر ماحول کا دائرہ۔ اپنے اپنے دائرے میں اگر جائزہ لیں تو تکبیر کی یہ مثالیں آپ کو ملتی چلی جائیں گی۔

پھر اس کی انتہا اس دائرے کی اس صورت میں نظر آتی ہے جہاں بعض قومیں اور ملک اور حکومتیں اپنے تکبر کی وجہ سے ہر ایک کو اپنے سے نیچ سمجھ رہی ہوتی ہیں۔ اور غریب قوموں کو، غریب ملکوں کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھا ہوتا ہے۔ اور آج دنیا میں فساد کی بہت بڑی وجہ یہی ہے۔ اگر یہ تکبر ختم ہو جائے تو دنیا سے فساد بھی مٹ جائے۔ لیکن ان متکبر قوموں کو بھی، حکومتوں کو بھی پتہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تکبر کرنے والوں کے غرور اور تکبر کو توڑتا ہے تو ان کا پھر کچھ بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (لقمان:۱۹)۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: اور (نخوت سے) انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر ومباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

جیسا کہ اس آیت سے بھی ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فرما رہا ہے کہ یونہی تکبر کرتے ہوئے نہ پھرو۔ اپنے گال پھلا کر، ایک خاص انداز ہوتا ہے تکبر کرنے والوں کا اور گردن اکڑا کر پھرنا اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے سے کم درجہ والوں کے سامنے اکڑ دکھا رہے ہوتے ہیں اور

اپنے سے اوپر والے کے سامنے بچھتے چلے جاتے ہیں۔تو ایسے لوگوں میں منافقت کی برائی بھی ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔تو یہ تکبر جو ہے بہت سی اخلاقی برائیوں کا باعث بن جاتا ہے اور نیکی میں ترقی کے راستے آہستہ آہستہ بالکل بند ہو جاتے ہیں۔اور پھر دین سے بھی دور ہو جاتے ہیں، نظام جماعت سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔اور جیسے جیسے ان کا تکبر بڑھتا ہے ویسے ویسے وہ اللہ اور رسول کے قرب سے، اس کے فضلوں سے بھی دور چلے جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب اور سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے۔اور مَیں تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو ثرثار یعنی منہ پھٹ، بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے ہیں، متشدِّق یعنی منہ پھلا پھلا کر باتیں کرنے والے اور مُتْفَیْہِق یعنی لوگوں پر تکبر جتلانے والے ہیں۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ثرثار اور متشدِّق کے معنے تو ہم جانتے ہیں، مُتْفَیْہِق کسے کہتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: مُتْفَیْہِق متکبرانہ باتیں کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(ترمذی ابواب البر والصلة باب فی ممالی الاخلاق)

ایک اور حدیث ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تین باتیں ہر گناہ کی جڑ ہیں ان سے بچنا چاہئے۔تکبر سے بچو کیونکہ تکبر نے ہی شیطان کو اس بات پر اکسایا کہ وہ آدم کو سجدہ نہ کرے۔دوسرے حرص سے بچو کیونکہ حرص نے ہی آدم کو درخت کھانے پر اکسایا۔تیسرے حسد سے بچو کیونکہ حسد کی وجہ سے ہی آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔

(قشریہ باب الحسد صفحہ ۷۹)

پھر حدیث ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں نہیں داخل ہونے دے گا۔ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتی اچھی ہو اور خوبصورت لگے۔آپؐ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، یعنی خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔تکبر دراصل یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرنے لگے، لوگوں کو ذلیل سمجھے، ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بری طرح پیش آئے۔(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ)

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ اور جنت کی آپس میں بحث اور تکرار ہوگئی۔دوزخ نے کہا کہ مجھ میں بڑے بڑے جابر اور متکبر داخل ہوتے ہیں اور جنت کہنے لگی کہ مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوتے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو فرمایا کہ تو میرے عذاب کی مظہر ہے۔جسے مَیں چاہتا ہوں تیرے ذریعہ عذاب دیتا ہوں۔اور جنت سے کہا تو میری رحمت کی مظہر ہے جس پر مَیں چاہوں تیرے ذریعہ رحم کرتا ہوں۔اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو اس کا بھرپور حصہ ملے گا۔(صحیح مسلم کتاب الجنة وصفة نعمها واهلها)

اللہ کرے کہ ہر احمدی عاجزی، مسکینی اور خوش خلقی کی راہوں پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحم کی نظر حاصل کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی جنت میں جانے والا ہو اور ہر گھر تکبر کے گناہ سے پاک ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔حضرت ابوسعید خدریؓ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عزت اللہ تعالیٰ کا لباس اور کبریائی اس کی چادر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس جو کوئی بھی انہیں مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا مَیں اسے عذاب دوں گا۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة)

تو تکبر آخر کار انسان کو خدا کے مقابل پر کھڑا کر دیتا ہے۔جب خدا کا شریک بنانے والے کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ معاف نہیں کروں گا تو پھر جو خود خدائی کا دعویدار بن جائے اس کی کس طرح بخشش ہو سکتی ہے۔تو یہ تکبر ہی تھا جس نے مختلف وقتوں میں فرعون صفت لوگوں کو پیدا کیا اور پھر ایسے فرعونوں کے انجام آپ نے پڑھے بھی اور اس زمانہ میں دیکھے بھی۔تو یہ بڑا خوف کا مقام ہے۔ہر احمدی کو ادنیٰ سے تکبر سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ یہ پھر پھیلتے پھیلتے پوری طرح انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ وارننگ دے دی ہے، واضح کر دیا ہے کہ یہ میری چادر ہے، مَیں رب العالمین ہوں، کبریائی میری ہے، اس کو تسلیم کرو، عاجزی دکھاؤ۔اگر ان حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کرو گے تو عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔اگر رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے تو عذاب تمہارا مقدر ہے لیکن ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دے دی کہ اگر ذرہ بھر بھی تمہارے اندر ایمان ہے تو مَیں تمہیں آگ کے عذاب سے بچا لوں گا۔جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ آگ میں داخل نہ ہوگا۔(سنن ابن ماجه کتاب المقدمه)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا۔جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔“(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۹۸)

پھر فرماتے ہیں: ”اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ قبول کے لائق ہو۔ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۔۱۳)

پھر فرماتے ہیں: ”ہاں ایسے لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے حالانکہ کروڑوں حصہ نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں جو دو دن نماز پڑھ کر تکبر کرنے لگتے ہیں اور ایسا ہی روزہ اور حج سے بجائے تزکیہ کے ان میں تکبر اور نمود پیدا ہوتی ہے۔یاد رکھو تکبر شیطان سے آیا ہے اور شیطان بنا دیتا ہے۔جب تک انسان اس سے دور نہ ہو۔یہ قبول حق اور فیضان الوہیت کی راہ میں روک ہو جاتا ہے۔کسی طرح سے بھی تکبر نہیں کرنا چاہئے۔نہ علم کے لحاظ سے، نہ دولت کے لحاظ سے، نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے۔کیونکہ زیادہ تر انہی باتوں سے یہ تکبر پیدا ہوتا ہے اور جب تک انسان ان گھمنڈوں سے اپنے آپ کو پاک صاف نہ کرے گا۔اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں ہو سکتا اور وہ معرفت جو جذبات کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ شیطان کا حصہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔............

SOUTHFIELDS SOLICITORS

£ 60 WORTH OF FREE LEGAL ADVICE

As an introduction to our firm we are making a special offer of FREE legal advice for **20 MINUTES** in the matters listed below. To avail of this offer you need to quote this advert when visiting our offices.

We hold Legal Aid Franchise in CRIME and we offer:

1. FREE LEGAL ADVICE AND 24 HOURS ASSITANCE AT POLICE STATION
2. MAGISTRTAES COURTS AND CROWN COURT TRIALS.

We provide the following Legal Services

(I) FREE CRIMINAL REPRESENTATIONS AT POLICE STATION; MAGISTRATES and CROWN COURTS and PRISONERS

(II) WE OBTAIN MAXIMUM DAMAGES FOR YOU IF YOU ARE NOT AT FAULT IN ANY ACCIDENT.

WE HAVE OBTAINED DAMAGES FOR OUR CLIENTS BETWEEN £ 6000 TO £ 70,000 IN RECENT CASES. WE ACT ON GENUINE " NO WIN NO FEE BASIS."

(iii) WE DEAL WITH WILLS AND PROBATE .YOU CAN SAVE INHERITANCE TAX BY MAKING TAX SAVING PROVISIONS IN YOUR WILL. WE ASSIST WITH PROBATE MATTERS.

(III) WE ALSO ADVISE AND ASSIST IN:

- **FAMILY / DIVORCE MATTERS**
- **CIVIL LITIGATION**
- **IMMIGRATION**
- **BUYING AND SELLING OF PROPERTIES**

Please contact: Mr Hamid Iqbal on
Telephone: 0208-871-5007 Mobiles:07802161256 /07709302077
3-9 Broomhill Road 202 Down House Wandsworth SW 18 4 JQ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ بعض بنیادی چیزیں ہیں اور ان کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ اور ان سے بچو۔ بعض لوگ دو چار دن نماز پڑھ کے سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے نیک ہو گئے ہیں۔ چہرے پر عجیب قسم کی سنجیدگی کے ساتھ رعونت بھی طاری ہو جاتی ہے۔ اور آپ نے دیکھا ہوگا بعض دفعہ بعض جبّہ پوشوں کو کہ ہاتھ میں تسبیح لے کر مسجدوں سے نکل رہے ہوتے ہیں۔ ان کی گردن پر ہی فخر اور غرور نظر آرہا ہوتا ہے۔ شکر ہے، اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے کہ جماعت احمدیہ ایسے جبہ پوشوں سے پاک ہے۔ پھر حج کر کے آتے ہیں اتنا پروپیگنڈہ اس کا ہو رہا ہوتا ہے کہ انتہا نہیں۔ ایسے لوگوں کے دکھاوے کے روزے ہوتے ہیں اور دکھاوے کا حج ہوتا ہے۔ صرف بڑائی جتانے کے لئے یہ سب ہوتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فلا بڑا نیک ہے۔ بڑے روزے رکھتا ہے، حاجی ہے، بہت نیک ہے۔ تو یہ سب دکھاوے تکبر کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں یا دکھاوے کی وجہ سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ اپنی ذات پات کی وجہ سے تکبر کر رہے ہوتے ہیں کہ ہماری ذات بہت اونچی ہے۔ فلاں تو کمی کمین ہے وہ ہمارا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔ تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ تکبر کی کئی قسمیں ہیں جو تمہیں خدا تعالیٰ کی معرفت سے دور لے جاتی ہیں، اس کے قرب سے دور لے جاتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ انسان شیطان کی جھولی میں گر جاتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’پس میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے نہ علمی نہ خاندانی نہ مالی۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے ہی آتی ہے اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے۔ آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جب تک سورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظلمت کو دور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے آسمان ہی سے آتی ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دور کر دے۔

پس معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئی محض سمجھے اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔ اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذبات نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اور بھی ترقی ہو۔ کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اسے حقیر سمجھتا ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۱۳ جدید ایڈیشن)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’تکبّر بہت خطرناک بیماری ہے جس انسان میں یہ پیدا ہو جاوے اس کے لئے رُوحانی موت ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ بیماری قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ متکبر شیطان کا بھائی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ تکبّر ہی نے شیطان کو ذلیل و خوار کیا۔ اس لئے مومن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبّر نہ ہو بلکہ انکسار، عاجزی، فروتنی اس میں پائی جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا خاصہ ہوتا ہے ان میں حد درجہ کی فروتنی اور انکسار ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ میں یہ وصف تھا۔ آپؐ کے ایک خادم سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ آپؐ کا کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ میری خدمت کرتے ہیں‘‘۔ (اَللّٰھُمَّ صلّ علیٰ محمدٍ وَ علیٰ اٰل محمّدٍ وَ بارک وسلّم)۔

(ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ ۴۳۷۔ جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اُس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اُس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بےخبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بےشر تا تم پر رحم ہو۔‘‘

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۸۔ صفحہ ۴۰۲۔۴۰۳)

پھر دوسری بات جو اس شرط میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کروں گا۔ تو جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جب آپ اپنے دل و دماغ کو تکبر سے خالی کرنے کی کوشش کریں گے، خالی کریں گے تو پھر لازماً ایک اعلیٰ وصف، ایک اعلیٰ صفت، ایک اعلیٰ خُلق اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا ورنہ پھر شیطان حملہ کرے گا کیونکہ وہ اسی کام کے لئے بیٹھا ہے کہ آپ کا پیچھا نہ چھوڑے۔ وہ خُلق ہے عاجزی اور مسکینی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ عاجز اور متکبر اکٹھے رہ سکیں۔ متکبر لوگ ہمیشہ ایسے عاجز لوگوں پر جو عباد الرحمٰن ہوں طعنہ زنیاں کرتے رہتے ہیں، فقرے کستے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مقابل پر آپ نے ان جیسا رویہ نہیں اپنانا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا ہے فرمایا: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (الفرقان: ۶۳) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ’’سلام‘‘۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضورؐ نے فرمایا جس نے اللہ کی خاطر ایک درجہ تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ رفع کرے گا یہاں تک کہ اسے علیّین میں جگہ دے گا، اور جس نے اللہ کے مقابل ایک درجہ تکبّر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ نیچے گرا دے گا یہاں تک کہ اسے اسفل السافلین میں داخل کر دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل، باقی مسند المکثرین من الصحابۃ)

تو ایسے لوگوں کی مجالس سے سلام کہہ کر اٹھ جانے میں ہی آپ کی بقا، آپ کی بہتری ہے کیونکہ اسی سے آپ کے درجات بلند ہو رہے ہیں اور مخالفین اپنی انہی باتوں کی وجہ سے اسفل السافلین میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

فرمایا: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔(مسلم کتاب البرو الصلة باب استحباب العفو و التواضع)

عیاذ بن حمار بن مجاشع کے بھائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطاب کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی ہے کہ تم اس قدر تواضع اختیار کرو کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے پر فخر نہ کرے، اور کوئی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے۔

پھر ایک روایت ہے اسے ہمیں آپس کے معاملات میں بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(مسلم۔ کتاب البر والصلة۔ باب استحباب العفو والتواضع)

پس ہر احمدی ایک دوسرے کو معاف کرنے کی عادت ڈالے۔ اگلے جہان میں بھی درجات بلند ہو رہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی آپ کی عزتیں بڑھاتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاطر کئے گئے کسی فعل کو کبھی بغیر اجر کے جانے نہیں دیتا۔

مسکینوں کا مقام آنحضرت ﷺ کی نظر میں کتنا تھا، اس کا اندازہ اس حدیث سے کریں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مساکین سے محبت کیا کرو۔ یہ حضرت ابوسعید خدری کہہ رہے ہیں کہ پس مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِی زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْن۔ یعنی اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مجھے مسکینی کی حالت میں موت دے اور مجھے مسکینوں کے گروہ ہی سے اٹھانا۔ (ابن ماجه كتاب الزهد باب مجالسة الفقراء)

پس ہر احمدی کو بھی وہی راہ اختیار کرنی چاہئے، ان راہوں پر قدم مارنا چاہئے جن پر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چل رہے ہیں۔ ہر احمدی کو اپنے آپ کو مسکینوں کی صف میں ہی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہی عہد بیعت ہے کہ مسکینی سے زندگی بسر کروں گا۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب مساکین سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی مجلسوں میں بیٹھتے تھے۔ وہ ان سے باتیں کرتے اور مساکین ان سے باتیں کرتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت جعفر کو ابوالمساکین کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔

(ابن ماجه كتاب الزهد باب مجالسة الفقراء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لیے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہیئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کروگی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہیئے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۷۰ جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”اہل تقویٰ کے لیے یہ شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے یہ ایک تقویٰ کی شاخ ہے جس کے ذریعہ ہمیں غضب ناجائز کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لیے آخری اور کڑی منزل غضب سے ہی بچنا ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔“ (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۴۹)

آپؑ فرماتے ہیں: ”تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۱۲۔۱۳)

پھر آٹھویں شرط یہ ہے ’یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا‘۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک ایسا عہد ہے کہ جماعت کا ہر وہ فرد جس کا جماعت کے ساتھ باقاعدہ رابطہ ہے، اجلاسوں اور اجتماعوں وغیرہ میں شامل ہوتا ہے وہ اس عہد کو بار بار دہراتا ہے۔ ہر اجتماع اور ہر جلسہ وغیرہ میں بھی بینرز لگائے جاتے ہیں اور اکثر ان میں یہ بھی ہوتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ کیوں اس بات کو اتنی اہمیت دی گئی ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر ایمان قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ اس پر عمل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے ہر وقت، ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے۔ اس کا فضل ہی ہو تو یہ اعلیٰ معیار قائم ہو سکتا ہے۔ تو ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل ہیں۔ ہمارے لئے تو للہ تعالیٰ اس طرح حکم فرماتا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (سورة البينه:٦)۔ اور وہ کوئی حکم نہیں دیئے گئے سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اُس کے لئے خالص کرتے ہوئے، ہمیشہ اس کی طرف جھکتے ہوئے، اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہی قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات کا دین ہے۔

تو نمازوں کو قائم کرنے سے یعنی باجماعت اور وقت پر نماز پڑھنے سے، اس کی راہ میں خرچ کرنے سے، غریبوں کا خیال رکھنے سے بھی ہم صحیح دین پر قائم ہو سکتے ہیں۔ اور ان تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکتے ہیں، اپنی زندگیوں پر لاگو کر سکتے ہیں جب ہم اللہ کی عبادت کریں گے، اس کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے گا، ہمارے ایمانوں کو اس قدر مضبوط کر دے گا کہ ہمیں اپنی ذات، اپنی خواہشات، اپنی اولادیں، دین کے مقابلے میں ہیچ نظر آنے لگیں گی۔ تو جب سب کچھ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے گا اور ہمارا اپنا کچھ نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ ان کی عزتوں کی بھی حفاظت کرتا ہے، ان کی اولادوں کی بھی حفاظت کرتا ہے، ان میں برکت ڈالتا ہے، ان کے مال کو بھی بڑھاتا ہے اور ان کو اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں ہمیشہ لپیٹے رکھتا ہے اور ان

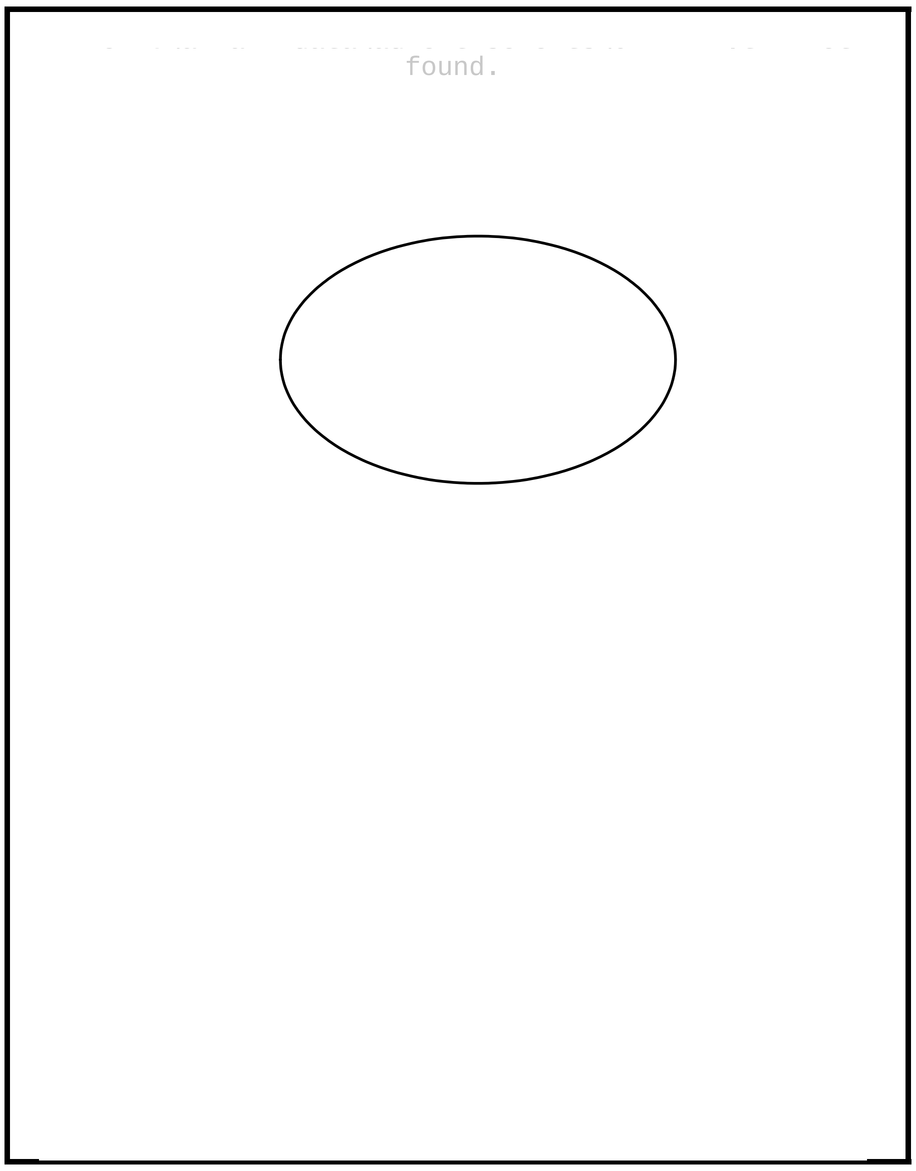

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

کے ہر قسم کے خوف دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۱۳)۔ نہیں نہیں، سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ اور اُن (لوگوں) پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

پھر فرمایا ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا۔ وَا تَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النساء: ۱۲۶)۔ اور دین میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اپنی تمام تر توجہ اللہ کی خاطر وقف کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم حنیف کی ملّت کی پیروی کی ہو اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا تھا۔

اس آیت میں اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یعنی مکمل فرمانبرداری اور اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے، اس کے دین کی خاطر اپنے آپ کو وقف کرنے اور احسان کرنے والا ہو۔ تو کیونکہ وہ اللہ کی خاطر احسان کرنے والا ہوگا اس لئے کسی کو یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ اگر ہر وقت وہ دین کی طرف اور دین کی خدمت کی طرف رہا تو اس کا مال یا اولاد ضائع ہو جائے گی۔ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑھ کر بدلہ دینے والا ہے، اجر دینے والا ہے، اس کے اس فعل کا خود اجر دے گا۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ خود اس کے جان، مال، آبرو کی حفاظت کرے گا۔ ایسے لوگوں کو، ان کی نسلوں کو بھی اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۱۳)۔ یعنی جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو۔ سو وہ چشمۂ قربِ الٰہی سے اپنا اجر پائے گا۔ اور اُن لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے اور حقیقی نیکی بجالانے میں سرگرم رہے۔ سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف اور حُزن سے نجات بخشے گا۔‘‘

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۴)

ایک حدیث میں آتا ہے۔ معاویہ بن حَیدہ قُشیری رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ مَیں نے پوچھا ’’آپ کو ہمارے ربّ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے اور کیا دین لائے ہیں؟‘‘۔ آپؐ نے فرمایا: ’’خدا نے مجھے دین اسلام دے کر بھیجا ہے‘‘۔ مَیں نے پوچھا ’’دین اسلام کیا ہے‘‘۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: ’’اسلام یہ ہے کہ تم اپنی پوری ذات کو اللہ کے حوالے کر دو اور دوسرے معبودوں سے دست کش ہو جاؤ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔‘‘ (الاستیعاب)

پھر ایک روایت یہ ہے۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتائیے جس کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے یعنی میری پوری تسلی ہو جائے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: تم یہ کہو کہ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس پر پکے ہو جاؤ اور استقلال کے ساتھ قائم رہو۔

صحابہ کا کیا فعل تھا۔ ایک حدیث میں یہ واقعہ ہے۔ ابتداء میں جب شراب اسلام میں حرام نہیں تھی۔ صحابہ بھی شراب پی لیا کرتے تھے اور اکثر نشہ بھی ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی ان پر دین اور دین کی عزت کا غلبہ رہتا تھا۔ یہ فکر تھی کہ سب چیزوں پر دین سب سے زیادہ مقدم ہے چنانچہ جب شراب کی حرمت کا بھی حکم آیا ہے تو جو لوگ مجلس میں بیٹھے شراب پی رہے تھے بعض ان میں سے نشہ میں بھی تھے۔ جب انہوں نے اس کی حرمت کا حکم سنا تو فوراً تعمیل کی۔ اس بارہ میں حدیث جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ابوطلحہ انصاری، ابوعبیدہ بن جراح اور ابی بن کعب کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا۔ کسی آنے والے نے بتایا کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔ یہ سُن کر ابوطلحہ نے کہا کہ انس اُٹھو اور شراب کے مٹکوں کو توڑ ڈالو۔ انس کہتے ہیں کہ مَیں اٹھا اور پتھر کی کونڈی کا نچلا حصہ مٹکوں پر دے مارا اور وہ ٹوٹ گئے۔ (بخاری کتاب خبر الواحد باب ماجاء فی اجازۃ الواحد الصدوق)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کو روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔ (فتح اسلام‘ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰ تا ۱۳)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’جب تک انسان صدق و صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کا بندہ نہ ہوگا تب تک کوئی درجہ ملنا مشکل ہے۔ جب ابراہیم کی نسبت خدا تعالیٰ نے شہادت دی ﴿وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى﴾ (النجم: ۳۸) کہ ابراہیم وہ شخص ہے جس نے اپنی بات کو پورا کیا۔ تو اس طرح سے اپنے دل کو غیر سے پاک کرنا اور محبت الٰہی سے بھرنا خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق چلنا اور جیسے ظل اصل کا تابع ہوتا ہے ویسے ہی تابع ہونا کہ اس کی اور خدا کی مرضی ایک ہو، کوئی فرق نہ ہو۔ یہ سب باتیں دعا سے حاصل ہوتی ہیں۔ نماز اصل میں دعا کے لئے ہے کہ ہر ایک مقام پر دعا کرے لیکن جو شخص سویا ہوا نماز ادا کرتا ہے کہ اسے اس کی خبر ہی نہیں ہوتی تو وہ اصل میں نماز نہیں۔ ...... پس چاہئے کہ ادائیگی نماز میں انسان سست نہ ہو اور نہ غافل ہو۔ ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ ایک موت اختیار کرے۔ نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے۔

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۵۷۔۴۵۸)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔ یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو۔ کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلی کے رک سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلّی پا سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔ کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفّارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے۔ .... تم یاد رکھو کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آ سکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔ مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پا گئے ہیں۔ کیونکہ وہی گناہ سے نجات پائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تمہیں یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہوگا۔ گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہِ آتش فشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل انسانی کو معدوم کر رہی ہے۔ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۶۔۶۷)

آپ نے فرمایا: ’’خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑ معرفتِ کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفتِ کاملہ دی گئی، اُس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی، اُس کو ہر ایک گناہ سے جو بیبا کی سے پیدا ہوتا ہے، نجات دی گئی۔ پس ہم اِس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا۔ یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی رُوح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی رُوح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ پس اسلام کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اَور چیز کی ضرورت۔‘‘ (لیکچر لاہور۔ صفحہ ۸ تا ۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

تنزانیہ کے سالانہ ثقافتی میلہ میں
جماعت احمدیہ کا اسٹال

قریباً ایک لاکھ افراد نے اسٹال کو وزٹ کیا اور اسلام احمدیت کا تعارف حاصل کیا

ریڈیو و اخبارات میں جماعتی سٹال کا تذکرہ

(رپورٹ: فیض احمد زاھد۔ امیر و مشنری انچارج تنزانیہ)

تنزانیہ (مشرقی افریقہ) میں ہر سال ایک روایتی، ثقافتی میلہ بڑے جوش و جذبے کے ساتھ منایا جاتا ہے جو جولائی کے پہلے ہفتہ میں لگتا ہے اور جولائی کی سات تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ سواحیلی میں سات کو سبع کہتے ہیں اس مناسبت سے اس میلہ کو 'سبع سبع' کا نام دیا گیا ہے۔ اس میلہ میں مختلف ممالک اپنے اپنے ملک کی اشیاء کی نمائش کرتے ہیں اور وسیع پیمانے پر تجارت ہوتی ہے۔ جماعت احمدیہ کو بھی کئی سالوں سے سٹال لگانے کی توفیق مل رہی ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقے بھی اپنا اسٹال لگایا کرتے تھے لیکن حکومت نے مسلمانوں کے تمام فرقوں پر اس میلے میں اسٹال لگانے پر پابندی لگا دی ہے کیونکہ یہ تمام فرقے بغض و عناد اور اختلاف عقائد کی وجہ سے ایک دوسرے پر گند اچھالتے تھے۔ اس لئے حکومت نے مجبوراً ان تمام فرقوں پر پابندی لگا دی ہے سوائے جماعت احمدیہ کے کیونکہ جماعت احمدیہ ''محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' کی بنیاد پر ہر قسم کی تخریب کاری اور فساد سے پاک ہے۔ اس طرح پورے میلہ میں مسلمانوں کی نمائندگی میں صرف جماعت احمدیہ کا ہی اسٹال ہوتا ہے۔ اس موقع پر ہزاروں لوگوں تک پیغام حق پہنچانے کی توفیق ملتی ہے۔

اسٹال کی تیاری اور زیبائش کے لئے خدام کی ایک مستعد ٹیم بنائی گئی ہے جو وقار عمل کے ذریعہ اس سٹال کو تیار کرتی ہے۔ اس اسٹال میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف الہامات جلی حروف میں لکھے ہوتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے علاوہ قرآن کریم کی ایک بڑی تصویر بنا کر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی گئی۔ نیز اسٹال کو مزید خوبصورت بنانے کے لئے تزئین کمیٹی نے مختلف آرائش کی اشیاء استعمال کیں۔ اسٹال کے اندر والے حصہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر لگائی گئیں تا آنے والے نظام خلافت کو بھی سمجھ سکیں۔ اسی طرح جماعتی مساعی کی مختلف تصاویر بھی لگائی گئیں۔

اس میلہ کے افتتاح کے لئے کسی ہمسایہ ملک کے سربراہ کو مدعو کیا جاتا ہے۔ امسال ہمسایہ ملک ملاوی (Malavi) کے صدر مہمان خصوصی تھے۔ افتتاح کی رنگارنگ تقریب کے بعد تنزانیہ کے صدر مملکت، مہمان خصوصی صدر مملکت ملاوی کے ساتھ مختلف اسٹال پر گئے۔

جماعت احمدیہ کا اسٹال

جماعت احمدیہ کا اسٹال اس سارے میلہ میں منفرد حیثیت رکھے ہوئے تھا کیونکہ لاؤڈ سپیکر پر ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہی جس کی آواز دور دور تک پہنچ رہی تھی۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہمارے اسٹال پر آتے رہے۔ ہر وقت سات آٹھ خدام اسٹال پر موجود رہتے جو لوگوں کو احمدیت کا تعارف کرواتے اور ان کے سوالات کے جواب دیتے رہے۔

اسٹال پر قرآن کریم کے مختلف زبان میں تراجم کے علاوہ مختلف زبانوں میں کتابیں بھی رکھی گئی تھیں۔ مختلف ممالک کے لوگ وقتاً فوقتاً اسٹال پر آتے رہے اور اپنی زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کو پا کر بہت خوش ہوتے رہے۔ قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ خاص طور پر لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا۔

امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے آٹھ لاکھ ۶۷ ہزار شلنگ کی کتب فروخت ہوئی ہیں۔ نیز پانچ ہزار کی تعداد میں مختلف قسم کے پمفلٹس بھی تقسیم کئے گئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم ایک لاکھ افراد ہمارے سٹال پر آئے۔

جماعتی سٹال کا امتیاز

بک اسٹال کے ساتھ ایک عارضی مسجد بھی تعمیر کی گئی تھی اور یہ ہمارے اسٹال کی خصوصیت تھی کیونکہ اس میلے میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف ممالک نے اپنے سٹال لگائے مگر صرف جماعت احمدیہ کو ہی یہ توفیق ملی کہ اسٹال کے ساتھ ایک مسجد بنائی گئی جس میں عورتوں اور مردوں کے لئے الگ الگ نماز پڑھنے کا انتظام تھا۔ لوگ ہماری مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کے قیام کو سراہتے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے اس مسجد سے استفادہ کیا۔

ریڈیو، اخبارات میں تذکرہ

ریڈیو تنزانیہ اور دیگر ملکی اخبارات میں جماعت کے اسٹال کا خصوصیت سے ذکر اس حوالہ سے کیا گیا کیونکہ امسال قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ کا نیا ایڈیشن بھی دستیاب تھا اور اس موقع پر اس کا ہدیہ بھی معمول کے ہدیہ سے کم کر دیا گیا تھا۔ تنزانیہ میں مسلمانوں کی اکثریت جماعت احمدیہ کے ترجمہ قرآن کو پسند کرتی ہے اس لئے کافی مدت کے بعد جب اس کا نیا ایڈیشن منظر عام پر آیا تو اس کا خوب ذکر کیا گیا اور اس کو بہت پسند کیا گیا۔

جماعتی اسٹال پر کتابوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام خلفاء کی تصاویر کے علاوہ بعض احمدی بزرگوں کی تصاویر بھی لگائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کی مختلف مساعی کی تصاویر بھی لگائی گئیں جس میں آزادی سے لے کر اب تک کے ملک کے صدران اور وزراء اعظم کو قرآن کریم اور بعض دوسری کتب تحفہ پیش کرتے ہوئے تصاویر بھی شامل تھیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جماعت کے اس اسٹال کو لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے اور اس اسٹال کی تیاری کے سلسلہ میں کام کرنے والے تمام احمدی احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی یاد میں

(سعید احمد انور۔ بریڈفورڈ)

خاکسار کو اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ بریڈفورڈ کا کئی سال تک صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دینے کا اعزاز حاصل رہا۔ عرصہ صدارت میں مسجد بیت الحمد بریڈفورڈ کی خرید، اس کے بعض حصوں کی از سر نو تعمیر و مرمت اور تزئین اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بابرکت تشریف آوری شامل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مسجد بشارت سپین کے مبارک افتتاح کے بعد جب انگلستان تشریف لائے تو بریڈفورڈ بھی تشریف لائے اور سارا دن بیت الحمد میں قیام فرمایا۔ آپ نے ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ اس روز آپ کے قیام کے دوران کچھ شفقت بھری باتیں ہمیشہ میری زندگی کا سرمایہ رہیں گی۔ دوپہر کے کھانے سے قبل مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب نے مجھے کہا کہ حضور دوپہر کا کھانا ان کے ہاں کھائیں گے۔ چنانچہ جب کھانے کا وقت آیا تو حضور نے دریافت فرمایا کہ دوپہر کے کھانے کا کیا انتظام ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور جماعت کا کھانا تو یہیں پر ہے لیکن حضور کے لئے مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب نے گھر پر انتظام کیا ہے۔ قربان جاؤں اس بابرکت وجود پر۔ فرمانے لگے جہاں جماعت کھانا کھائے گی مَیں بھی وہیں کھاؤں گا۔ اور پھر جب کھانے کا وقت ہوا تو ہم نے ایک طرف میز پر حضور کے لئے کھانا لگا دیا تو حضورؒ نے فرمایا کہ مَیں تو فرش پر بیٹھ کر ساری جماعت کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ چنانچہ حضور نے فرش پر بیٹھ کر ساری جماعت کے ساتھ کھانا کھایا اور کھانے کی بہت تعریف کی۔

دوسری بار حضور جوبلی سال ۱۹۸۹ء میں تشریف لائے جب جماعت احمدیہ نے ایک ہوٹل میں حضور کے اعزاز میں ڈنر اور مجلس عرفان کا انتظام کیا تھا۔ اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ طے پایا تھا کہ صرف جماعت اور ذیلی تنظیموں کے عہدیداران شامل ہوں گے لیکن جب پروگرام کی حتمی منظوری کے لئے خاکسار چند اور دوستوں کے ساتھ حضور سے ملاقات کے لئے لندن گیا تو ملاقات کے آخر پر خاکسار نے کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہی۔ جب حضور نے اجازت عطا فرمائی تو خاکسار نے عرض کی کہ جوبلی ڈنر میں پوری جماعت شامل نہیں لیکن جب جماعت کو اس بات کا علم ہوگا کہ حضور بریڈفورڈ تشریف لائے اور جماعت شرف ملاقات سے محروم رہی ہے تو کم از کم میرے لئے بحیثیت صدر مشکل بن جائے گی۔ اس لئے حضور اگر شفقت فرماتے ہوئے خواہ چند منٹ کے لئے ہی بیت الحمد میں تشریف لائیں تو پوری جماعت زیارت کر سکے گی۔ اس پیاری ہستی کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کو جماعت سے کس قدر محبت تھی اور جماعت کی حالت کا کس قدر احساس تھا۔ فرمانے لگے اس دن چھٹی کا دن نہیں بلکہ کام کا دن ہے اور جماعت کے احباب چھٹی کریں گے تو ان کی تنخواہ میں کمی آئے گی۔ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور احباب جماعت یقیناً یہ معمولی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ اس پر حضورؒ نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور پھر بعد میں حضور نہ صرف بیت الحمد میں تشریف لائے بلکہ ساری جماعت کے احباب کو شرف مصافحہ بھی بخشا اور کافی دیر تشریف فرما رہے۔

حضور جب واپس لندن جانے لگے تو جماعت بریڈفورڈ کے چند دوست بھی حضور کو الوداع کہنے کے لئے چند میل تک قافلے کے ساتھ آئے۔ ایک سروس سٹیشن پر رک کر ہم نے اپنے پیارے آقا سے اجازت چاہی اور مصافحہ کر کے رخصت ہونے لگے۔ جب خاکسار ملنے لگا تو پیارے آقا نے شفقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ کی خواہش پوری ہوگئی نا''۔ اور میرا دل ان محبت بھرے الفاظ کو اپنے آقا کی زبان مبارک سے سن کر خوشی سے جھوم اٹھا اور میری زبان سے صرف اتنا نکلا: ''جی حضور، جزاک اللہ''۔

ایک اور موقع پر حضورؒ نے اس ناچیز کو بہت بڑا اعزاز بخشا۔ ہم کسی جماعتی پروگرام میں حصہ لینے کے لئے بریڈفورڈ سے لندن گئے۔ غالباً یہ مجلس شوریٰ کا موقع تھا جس کے آخر پر محمود ہال میں حضور نے جماعت کے ساتھ کھانے پہ شامل ہوکر ہمیں عزت بخشی۔ خاکسار بالکل پیچھے بیٹھا تھا کہ محترم آفتاب احمد خاں صاحب امیر یوکے نے کھڑے ہوکر فرمایا: بریڈفورڈ کے سعید کہاں ہیں؟۔ خاکسار اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا تو فرمانے لگے: حضور نے فرمایا ہے کہ آپ یہاں آئیں اور حضور کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا لیکن اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے وفور جذبات سے پُر نہ جانے کب اور کیسے اس ٹیبل پر پہنچا جہاں پیارے آقا تشریف فرما تھے۔ پیارے آقا نے اپنے بائیں ہاتھ والی کرسی پر خاکسار کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ محترم آفتاب احمد خان صاحب (مرحوم) حضور کی دائیں جانب کرسی پر تشریف فرما تھے۔ جب خاکسار بیٹھ گیا تو حضور نے مزید عزت بخشی کہ اپنے دست مبارک سے مجھے پلیٹ میں کھانا ڈال کر دیا۔ الحمد للہ۔

میری بیماری کے دوران (مجھ پر ستمبر ۱۹۹۸ء میں فالج کا حملہ ہوا تھا) پیارے آقا ازراہ شفقت نہ صرف اس عاجز کے لئے دعائیں کرتے رہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہومیوپیتھی علاج بھی تجویز فرماتے رہے جس سے خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں بہت شفا بخشی۔ جب کبھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا تو پیار سے ملتے اور صحت کا پوچھتے۔

قادیان میں جوبلی جلسہ کے بعد خاکسار نے انگلستان واپس آ کر حضور کی خدمت اقدس میں مبارک کا خط لکھا۔ جواب میں میرے ہی خط پر ایک کونے میں حضور نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا: ''جزاکم اللہ۔ آپ کے گھر بھی جانے کا موقع ملا۔ سب رشتہ دار بہت خوش تھے۔ الحمد للہ''۔

میرے والد صاحب مرحوم قادیان میں درویش تھے اور والدہ مرحومہ بھی قادیان میں ہی تھیں۔ نیز جلسہ پر کئی اور بھی رشتہ دار پاکستان سے آئے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے شروع کئے ہوئے کاموں میں بے انتہا برکت ڈالے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین۔

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اُسلوبِ جہاد

(لئیق احمد طاهر ۔ مبلغ سلسله برطانيه)

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾۔

(المائدہ ۵:۳۳)

ترجمہ:۔جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

جہاد کی تعلیم مومن کی زندگی کے ہر لمحہ سے تعلق رکھتی ہے۔ نبی پاک ﷺ کا جہاد بچپن سے شروع ہوا اور بڑھاپے تک جاری رہا۔ یہ جہاد جبل نور پہ غارِ حرا میں اس شان سے جاری تھا کہ اس پر فرشتے بھی عش عش کر رہے تھے۔ یہ جہاد اُس وقت بھی جاری تھا جب آپ اکیلے خانہ کعبہ میں اپنے ربّ کریم کے ساتھ راز و نیاز کیا کرتے تھے یہ جہاد طائف کی بستی میں اُس وقت بھی جاری تھا جب آپ بے سرو سامانی کے عالم میں خون میں لت پت ﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ کی دعا میں مصروف تھے اور غار ثور میں بھی یہی جہاد جاری تھا۔ اور یہ جہاد راتوں کے اس لمبے قیام کے دوران بھی جاری تھا جب آپ کے پاؤں متورم ہو کر پھٹ جایا کرتے تھے۔ اور یہ جہاد اس وقت اپنی انتہا اور اپنے انجام کو پہنچا جب آپ ہر آنکھ کو اشکبار چھوڑ کر فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى' کہتے ہوئے اپنے ربّ کریم کے حضور حاضر ہو گئے۔

بعض وقتی لیکن اہم واقعات قوموں کی سوچ کے دھارے تبدیل کر دیتے ہیں ۔ چنانچہ فی زمانہ خودسوزی، خودکش حملوں نیویارک ٹریڈ سنٹر یعنی Twin Towers پہ ہوائی جہازوں سے حملوں نیز دنیا بھر میں مسلمانوں کے Suicidal attacks کی وجہ سے کل عالم میں توجہ اسلامی جہاد، جہادی علماء اور Terrorism کی طرف ہو گئی۔

اس تشدد کے چار قسم کے ردّعمل ظاہر ہوئے۔

پہلا یہ کہ تمام مغربی ذرائع ابلاغ نے بغیر کسی تحقیق کے ان حملوں کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال دی۔ چنانچہ اوّلاً افغانستان کی تباہی اور پھر عراق پر ہولناک یلغار اسی ردّعمل کا نتیجہ تھا۔ مغرب کی نظر میں اگر کوئی Terrorist تھا تو یہی مسلمان تھے ۔اور اگر کوئی Fundamentalist تھا تو یہی مقہور مسلمان تھے۔ اگر کوئی Extreamist ہو سکتا تھا تو یہی مسلمان تھے جنہوں نے نیویارک میں ہزاروں بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی۔

دوسرا ردّعمل یہ ظاہر ہوا کہ جہاں کروڑوں مسلمان نیویارک Twin Towers کے ہزاروں معصوموں کی دردناک ہلاکت پہ خون کے آنسو رو رہے تھے چند ناعاقبت اندیشوں نے اس پر خوشی سے رقص کیا، طبلے بجائے اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔ مغربی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا تو اسی تاک میں تھا۔ یہ مناظر بار بار دنیا کو دکھا کر باور کروایا گیا کہ یہ ہیں مسلمان جن کے دل میں انسانیت کیلئے شمّہ برابر بھی جگہ نہیں۔ یہ انسان نہیں۔ یہ ننگ انسانیت ہیں۔ چنانچہ ان چند درجن یا چندسو ناعاقبت اندیشوں نے ساری دنیا میں مسلمانوں کو ذلیل اور خوار کیا۔

تیسرا ردّعمل یہ ہوا کہ مغرب میں انصاف پسند طبقہ کی توجہ اس طرف ہوئی کہ یہ جو بلا تحقیق یک طرفہ سارا الزام مسلمانوں کے پلڑے میں ڈال دیا گیا ہے ذرا دیکھیں تو سہی کہ قرآن کریم اور اسلام اس بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ ساری مغربی مارکیٹ سے دیکھتے دیکھتے قرآن کریم کے لاکھوں نسخے فروخت ہو گئے ۔ جماعت احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کیلئے نئی راہیں کھول دیں ۔ یوں سارا جہان احمدیت کیلئے میدان تبلیغ بن گیا۔ کیونکہ کل عالم میں صرف ہم ہی تھے جو جہاد کے مسئلے پر اپنے موقف اور مسلک پر قائم رہ سکتے تھے۔ ہمیں کسی خوفناک ردّعمل کو دیکھتے ہوئے کسی سے سمجھوتہ کرنے یا Compromise کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کا تفصیلاً ذکر بعد میں آئے گا۔

ایک چوتھا اور انوکھا ردّعمل تمام مشرقی اسلامی دنیا میں ظاہر ہوا۔ مغرب کی خون آشام نگاہیں دیکھ کر، مغرب کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر وہ قوم جو 'جہاد جہاد' کے نعرے لگایا کرتی تھی ۔ وہ علماء جو دارالحرب، دارالحرب کا پرچار کیا کرتے تھے، اور وہ جہادی علماء جو قتل مرتد، قتل مرتد کہتے ہوئے کبھی تھکتے نہیں تھے انہوں نے یک دم U-turn لیا اور ساری مشرقی اسلامی دنیا میں کیا ٹی وی اور کیا ریڈیو، کیا اخبارات اور کیا مسجد و ممبر و محراب ہر جگہ سے منادی ہونے لگی کہ اسلام تو ہے ہی صلح و آشتی کا مذہب ۔ مذہب بھائی چارہ کا نام ہے۔ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا۔

اسلام کے تو معنی ہی امن، صلح اور سلامتی کے ہیں ۔ یہ وہ زبان تھی جو گزشتہ سو سال سے جماعت احمدیہ انہیں سکھانے کے لئے ہزار جتن کر رہی تھی لیکن ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ قادیانیوں اور مرزائیوں نے جہاد حرام قرار دے دیا ہے۔ نیویارک ٹریڈ سنٹر پر ایک ہی حملہ نے انہیں مجبور کر دیا کہ جماعت احمدیہ کے اسلوب جہاد کے سامنے اپنی گردنیں خم کر دیں۔ یہ ایک عجیب حیرت انگیز انقلاب تھا کہ جہاد کے مسلک سے متعلق مغربی دنیا تو پہلے ہی جماعت احمدیہ کے زندگی بخش پیغام سے متفق تھی اب ساری مشرقی اسلامی دنیا بھی اسی موقف کے ساتھ کامل اتحاد اور اتفاق کا اعلانیہ اظہار کرنے پر مجبور ہو گئی گویا جہاد کے نقطۂ نظر سے کل عالم میں احمدی ہی احمدی آباد تھے۔ یہ اعجاز تھا سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اس اسلوب جہاد کا جس کی طرف آپ روز اوّل سے مسلمانوں کو متوجہ فرما رہے تھے۔ اے کاش امت مسلمہ نے جہاد کے مسئلہ پر مامورِ زمانہ، حکم وعدل اور وقت کے امام کی آواز پر کان دھرے ہوتے تو اُسے اُن دکھوں اور کرب میں سے گزرنا نہ پڑتا جس کی کسک آج مسلمان ہی نہیں غیر بھی محسوس کر رہے ہیں۔

جہاد کا وسیع مفہوم

جہاد کا لفظ اسلامی اصطلاح میں غیر معمولی وسعت کا حامل اور معانی کا ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کے معنی اعلیٰ مقصد کیلئے مسلسل محنت شاقہ کرنا، مالی قربانیاں دینا، قرآن کریم اور اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں صلح و آشتی اور امن کا پیغام دینا، اصلاح نفس کیلئے خواہ وہ ذاتی ہو یا آئندہ نسلوں کی ہو رحمت عالم ﷺ کے پاک نمونہ کی روشنی میں ہمہ گیر، انتھک محنت اور منصوبہ بندی کرنا اور سب سے آخر پر خود حفاظتی اور ذاتی دفاع کیلئے وہی ہتھیار استعمال کرنا جو دشمن اسلام کے نابود کرنے کیلئے کرتا ہو۔

احباب کرام! جہاد کے اس وسیع مفہوم کو محض جہاد بالسیف تک محدود کر دینا ایک ظلم عظیم اور نبی پاک ﷺ کی ذات والا صفات کی شدید بے حرمتی ہے۔ آپ ﷺ کو جہاد کا جو عرفان حاصل تھا اسکا اندازہ اس سے کیجئے کہ سورۃ فرقان کی آیت ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (۲۵:۵۳)۔ مکہ میں نازل ہوتی ہے آپ ﷺ اس واضح اور صریح حکم کے باوجود مکی زندگی کے دوران کسی کو تلواریں بے نیام کرنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ہمیشہ صبر، دعا، بخشش اور احسان اور ظلم کے مقابلہ میں عفو کی تلقین فرماتے رہے۔ اور وہ فانی فی اللہ اپنے نالہ وفغاں اور حسن خلق سے مخالف کے دلوں کی سرزمین کو فتح کرتا رہا جس نے بالآخر آپ ﷺ کو فتح مبین سے شادکام کیا۔

ہمارے سیّد و مولیٰ نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" (ردّ المختار على الدر المختار۔جلدنمبر۳ صفحه۲۳۵)

ایک ایسی جنگ جس میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک ہیں ایک ایسی جنگ جس میں صحابہ کرام اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بیتاب ہیں لیکن اُس حکمت اور دانائی کے شہنشاہ کا فرمان یہ ہے کہ یہ غزوہ جس میں جان تک قربان ہو سکتی ہے اُس اسلامی جہاد کے مقابلہ میں جہاد اَصغر ہے جو زندگی کے ایک ایک لمحہ پر حاوی ہے ۔ اپنے نفس کی اصلاح اور اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت ایک نہ ختم ہونے والا جہاد ہے۔ یہ ایک ایسی قربانی ہے جو لمحہ لمحہ، سانس سانس عمر بھر دی جاتی ہے اور اسی لئے نفس کی اصلاح کے اس ناپیدا کنار عمل کا نام جہاد اکبر رکھا گیا۔

جہاد کا غلط تصور مسلمانوں میں کیسے آیا

یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسلمانوں کے مختلف فرقے اور جہادی علماء جس مخصوص جہاد کا پرچار کرنے لگے یہ تصور ان میں کیونکر پروان چڑھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدائی پیشگوئیوں میں بسا اوقات استعارہ کے رنگ میں کلام ہوتا ہے۔ مگر ناسمجھ لوگ اُسے حقیقت پر محمول کر لیتے ہیں چنانچہ مسیح و مہدی کے متعلق جو اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ اس کے دم سے کافر مریں گے یا یہ کہ وہ صلیب توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اس سے کم علم لوگوں نے خیال کر لیا کہ شائد ان الفاظ میں ایک جنگ کرنے والے مصلح کی خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ سب استعارے تھے جن سے نشانات اور دلائل کی جنگ مراد تھی، نہ کہ تیر و کمان کی جنگ......"۔

(سلسله احمديه صفحه ۲۸۰۔۲۸۱)

اسی طرح سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ نے رسالہ 'گورنمنٹ انگریزی اور جہاد' میں خونی مسیح اور خونی مہدی کے تصور کے بارہ میں یہ نکتہ معرفت تحریر فرمایا ہے کہ مسلمانوں نے جہاں یہ عقیدہ اپنا لیا کہ مسیح و مہدی آ کر انہیں بے شمار دولت دیں گے، دنیا کا اقتدار انہیں مل جائے گا اور مہدی خون کی ہولی کھیلے گا وہاں اسلام کو رُسوا کرنے کے لئے عیسائیوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ اس عقیدہ کو بڑے شدّ و مد کے ساتھ ہوا دی اور اس تکرار کے ساتھ اسے دہرایا کہ مسلمان سچ مچ اِسے اسلام کی حقیقی تعلیم سمجھ کے خود بھی اسی رَو میں بہہ گئے اور جہاد جہاد کے نعرے لگانے لگے ۔عیسائی در پردہ اسلام کو شدید نقصان پہنچانے کے لئے دجل سے کام لے رہے تھے لیکن شومئی قسمت سے مسلمان ان کی چال میں پھنس گئے اور اس نہایت مکروہ الزام کو اپنے سر تھوپ کر اسی پر فخر کرنے لگے۔ یہ مسلمانوں کی بدنصیبی اور سادہ لوحی تھی جس نے مسلمانوں میں جہاد کے بارہ میں ایسا مکروہ اور ظالمانہ تصور راسخ کر دیا کہ اب اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

(مجموعه اشتہارات جلد۳ صفحه ۲۲۶)

حضرت مسیح موعودؑ نے جب خونی مہدی اور جنگجو مسیح کے آنے سے انکار کیا تو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگانے شروع کئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"بے شک میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ میں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کر دیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آ کر بے شمار ان کو روپیہ دے گا۔ مگر میں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایہ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کر دے گا۔ پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لُوٹ مار کے روپیہ سے ان کو محروم کر دیا ہے۔......میں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ اِن لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے اُن کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہو جائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ ان میں باقی نہ رہے۔"

(مجموعه اشتہارات جلد ۳ صفحه ۱۴۳)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اسلوب جہاد سے جہادی علماء میں شدید مایوسی پیدا ہوئی۔ وہ تو منتظر تھے کہ خونی مہدی کے آنے پر دنیا جہان کی دولت انہیں مل جائے گی ،ملکوں پر اقتدار حاصل ہوگا، دشمنوں کی لڑکیاں اور عورتیں ان کی لونڈیاں بنیں گی اور وہ خوب داد عیش دیں گے۔ چنانچہ علمائے سوء نے کفر کے فتووں کا بازار گرم کر دیا۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ خونی مہدی کے بھیانک تصور کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دلی دکھ اور

غم کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں آج کنز العمّال کو دیکھ رہا تھا۔ مہدی اور دجّال کی نسبت ۸۵ حدیثیں اس میں جمع کی گئی ہیں۔ سب حدیثوں میں یہی ہے کہ وہ آتے ہی یوں خون ریزی کرے گا اور یوں خلق خدا کے خون سے روئے زمین کو رنگین کرے گا۔ خدا جانے ان لوگوں کو جو ان حدیثوں کے وضّاع تھے (یعنی ایسی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے۔ ناقل) سفّا کی کی کس قدر پیاس اور خلق خدا کی جان لینے کی کتنی بھوک تھی۔ اور اُس وقت عقلیں کس قدر موٹی اور سطحی ہوگئی تھیں۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ اصول تبلیغ اور ماموریت کے قطعاً خلاف ہے کہ کوئی مامور آتے ہی بلا اتمام حجت کے تیغ زنی شروع کردے۔ وہ مصلح ہی کیا ہوا۔ وہ خونریز مفسد ہوا۔ میں ان حدیثوں کو پڑھ کر کانپ اٹھا اور دل میں گزرا اور بڑے درد کے ساتھ گزرا کہ اگر اب بھی خدا تعالیٰ خبر نہ لیتا اور یہ سلسلہ (جماعت احمدیہ۔ ناقل) قائم نہ کرتا جس نے اصل حقیقت سے خبر دینے کا ذمہ اٹھایا ہے تو یہ مجموعہ حدیثوں کا اور تھوڑے عرصہ کے بعد بے شمار مخلوق کو مرتد کردیتا ہے۔ ان حدیثوں نے تو (یعنی خونی مسیح اور خونی مہدی کے بارہ میں وضعی اور من گھڑت حدیثوں نے۔ ناقل) اسلام کی بیخ کنی اور خطرناک ارتداد کی بنیاد رکھ دی ہوئی ہے۔''

(۱۷ / اکتوبر ۱۹۰۰ء ملفوظات جلد دوئم صفحہ ۱۲۱)

یہ تو ظاہر ہے جہادی علماء کو اقتدار اور حکومت کے لالچ نے اپنے مخصوص جہاد پر ابھارا۔ ورنہ اسلام کے حقیقت افروز، مقدّس جہاد میں جلسے جلوسوں مار پیٹ اور دھرنوں کی کہاں گنجائش ہے۔ اسلام کی مٹی پلید ہوتو ہوا نہیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ یہ علماء مخصوص مقاصد کیلئے مدرسوں کے معصوم طلباء کو برین واش کر کے قتل و غارت گری پر ابھارتے ہیں۔ ایسے ہی علماء کی انگیخت پر آج سے ۱۰۳ سال قبل ۱۷ / اپریل ۱۹۰۰ء کو علاقہ پشاور میں کسی سفّاک پٹھان نے دو بے گناہ انگریزوں کو قتل کردیا۔ اس پر ایک مجمع میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''یہ جو دو انگریزوں کو مار دیا ہے۔ یہ کیا جہاد ہے؟ ایسے نابکار لوگوں نے اسلام کو بد نام کر رکھا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ ان لوگوں کی ایسی خدمت کرتا اور ایسے عمدہ طور پر برتاؤ کرتا کہ وہ اُس کے اخلاق اور حسن سلوک کو دیکھ کر مسلمان ہوجاتے...... مومن کا کام تو یہ ہے کہ اپنی نفسانیت کو کچل ڈالے۔ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک کافر سے لڑے۔ حضرت علیؓ نے اس کو نیچے گرالیا اور اسکا پیٹ چاک کرنے کو تھے کہ اس نے حضرت علیؓ پر تھوکا۔ حضرت علیؓ یہ دیکھ کر اس کے سینے پر سے اتر آئے۔ وہ کافر حیران ہوا اور پوچھا کہ اے علی! یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا جنگ تیرے ساتھ خدا کے واسطے تھا۔ لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کا بھی کچھ حصہ مل گیا۔ اس پر میں نے تجھے چھوڑ دیا۔

(ملفوظات جلد دوئم صفحہ ۵۰۔۴۹)

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو نصیحت

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ اپنے معرکۃ الآراء مضمون ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں ایک عجیب نکتہ معرفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور میں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعودؑ مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں۔ مجھے خدا نے جو مسیح موعود کرکے بھیجا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حقِّ ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں۔ اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر وقت مردُم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟...... خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو، ترقی کرو۔ اُس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اوّل بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کردیتی ہیں۔ تب صبح اُٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہونی شروع ہوجاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہوجاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا﴾ (سورہ الشمس: ۱۰) یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔

دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعودؑ کی تعریف میں لکھا ہے یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کردے گا''۔ (صفحہ ۱۴۔۱۵)

بڑے جلال کے ساتھ ایک شہنشاہ کی طرح اپنی جماعت کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:۔

''سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین میں صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ ۲۳۱۔۲۳۳)

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ صلح اور آشتی اور محبت کے سفیر بن کے دنیا میں آئے۔ آپ نے فرمایا:

''ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے...... اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ ۲۹۵۔۲۹۶)

حضرت مسیح موعودؑ کے جہاد کے مختلف انداز

جہاد کے معنی انتہائی جدو جہد کے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ قولی، فعلی، قلمی اور لسانی جہاد میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ ظہر کے وقت حضورؑ تشریف لائے اور احباب کو فرمایا کہ یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کو تین تین بجے تک جاگتا ہوں۔ اسلئے ہر ایک کو چاہیے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کردے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۹۶)

❁ ...... حضرات! ایک دفعہ قادیان میں شدید گرمی پڑی۔ گلیاں سنسان ہوگئیں۔ بازار بند ہوگئے۔ ایسی گرمی کہ ہر شخص الامان والحفیظ پکار اٹھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے شدت گرما کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مخصوص شیریں اور دلربا انداز میں فرمایا کہ اسقدر شدید گرمی تھی کہ سب لوگ بے حال ہو گئے حتیٰ کہ خدا کی مشین بھی بند ہوگئی۔ مراد یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ جو کسی حال میں کسی موسم میں کام سے نہیں تھکتے آپ بھی آرام پر مجبور ہوگئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو اس موسم میں بھی ایک لحظہ کے لئے کام بند نہیں کیا۔

❁ ...... ۱۴ / جولائی ۱۹۰۶ء کو ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف ملاقات کیلئے قادیان آئے تھے ظہر کی نماز سے قبل انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو لوگ ڈراتے تھے کہ مرزا صاحب تو کسی کے ساتھ بات نہیں کرتے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بدخلقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میں نے یہاں ہر بات اس کے برخلاف پائی ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا خلیق اور مہمان نواز دیکھا ہے۔ فرمایا:

''ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلاف مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحت روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابل رحم ہے جس کے ساتھ بہت خُلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائیگی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہئے۔ ہمارے دو بڑے اصول ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اسکے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۲۹ صفحہ ۳ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

❁ ...... ایک دفعہ حضرت سیّدنا و مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ حضور مجھے کوئی مجاہدہ بتائیے۔ فرمایا ''عیسائیت کے غلط عقائد کے خلاف کتاب لکھیں''۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ چھ لاکھ مسلمان مرتد ہوکر عیسائی بن چکے تھے۔ بڑی بڑی مساجد کے علماء اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی منادی کرنے لگے تھے۔ عیسائیوں نے اسلام کے خلاف برٹش ایمپائر کی بھرپور حمایت کے ساتھ چھ کروڑ کتب لکھی تھیں اور مسلمان عجیب بے بسی کے عالم میں تھے، چنانچہ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ نے ''نورالدین'' نامی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ نے دوبارہ عرض کی حضور مجھے کوئی اور مجاہدہ بتائیں۔ فرمایا ''آریہ سماج کے باطل عقائد کے خلاف کتاب لکھیں''۔ (حیات احمد از حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ ۳۱۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے صرف تین روز قبل ۲۳ / مئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور قبل نماز ظہر فرمایا:

''آج ہی پیسہ اخبار میں ایک انگریز کا مضمون تھا اس نے کسی جگہ پر اپنے لیکچر میں بیان کیا کہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہندو، مسلمان، عیسائیوں اور یہودیوں کو اتفاق کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مسلمان، یہودی اور نصرانی سب کے سب بلا امتیاز انسانی گروہ میں اتحاد و اتفاق دیکھنے کے مشتاق ہیں اور مہدی معہود کے آنے کا انتظار دیکھ رہے ہیں جو کہ دیر یا سویر عالمِ وجود میں آکر تمام انسانوں میں یگانگت کا رشتہ قائم کردے گا میں اس مہدی کے متعلق اپنی ذاتی رائے یہ رکھتا ہوں کہ وہ اہل قلم سے ہوگا اور اسی زبردست آلہ کے ذریعہ سے اقوام عالم کے دلوں میں تخم یگانگت بو سکے گا''۔

(پیسہ اخبار ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۴۵)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صلح کاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے اور میں اُن تمام باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

آپ فرماتے ہیں:۔

میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کار زار

حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور اپنے نور بصیرت سے مستقبل پہ نظر ڈالتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اگر مسلمانوں کی فتنہ و فساد کی یہ حالت تبدیل نہ ہوئی تو دشمنان اسلام اس سے فائدہ اٹھا کر اسلام پر حملہ کریں گے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۴۷)

لیکن وائے افسوس جب امت مسلمہ نے مامور زمانہ کی آواز پر کان نہ دھرے اور اپنی طرف توجہ مبذول کروانے کیلئے قرآن و سنت کے خلاف حربے استعمال کرنے شروع کئے۔ کہیں خودسوزی اور کہیں خودکش حملے شروع کئے تا خوف و ہراس سے اپنی طرف توجہ مبذول کروائی جاسکے تو اس کے نتیجہ میں اسلام کا پاک نام سارے جہان میں ذلیل ہوا۔ اس کے بالمقابل اگر مسلمان اپنی مظلومیت کا واسطہ دیکر خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و ازاری کرتے اور صبر اور دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت طلب کرتے تو اسکے نتائج ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر نکلتے اور اسلام اور مسلمانوں کی نیک نامی میں اضافہ ہوتا۔ واضح رہے کہ ہمارا کوئی عمل جو قرآن اور سنت نبوی ﷺ کے مخالف ہوگا اس سے ہم انسانیت کی نگاہوں سے بھی گریں گے اور خدا تعالیٰ اپنی تائید و نصرت کا ہاتھ بھی ہم سے اٹھا کر ہم سے بیزاری اور براءت کا اظہار کرے گا۔ (باقی آئندہ شمارہ میں)

حملہ آور بکٹیریا اور پودوں کی ایک دوسرے کے خلاف جنگی چالیں

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی کے ریسرچ سکالرز نے عملی تجربات سے معلوم کیا ہے کہ پودے اپنے دشمن بکٹیریا کے حملہ کو ناکام بنانے کے لئے دلچسپ جنگی چالیں چلتے ہیں۔ پودے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ دشمن بکٹیریا کا طریق یہ ہے کہ حملہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ سپاہی جمع ہوتے رہتے ہیں اور سبھی ایک دوسرے سے مسلسل رابطہ رکھتے ہیں۔ جب وہ اتنی طاقت جمع کر لیتے ہیں کہ سمجھتے ہیں کہ اب حملہ کامیاب ہوسکتا ہے تو ایک کیمیکل کی صورت میں سگنل چھوڑتے ہیں جن سے ان کا جارحیت والا جین (Gene) فعّال ہوتا ہے۔ اور وہ اکٹھے ہوکر پودے کی جڑوں پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن مقابل پر پودے بھی بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ ان کو دشمن کی نگرانی (Surveillance) اور دشمن کے سگنل کے بالمقابل اسی قسم کا سگنل جاری کرنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے اور اسے فنا کرنے کا نظام عطا ہوا ہے۔ چنانچہ جب پودے دیکھتے ہیں کہ دشمن حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو جو سگنل ایک کیمیکل پیدا کر کے وہ دیتے ہیں اسی قسم کا سگنل پودا چھوڑ کر دشمن کے سگنل کو خلط ملط (Confuse) کر دیتا ہے اور دشمن سمجھتا ہے کہ اس کے پاس کامیاب حملہ کے لئے درکار طاقت جمع ہوگئی ہے اور وہ خام (Premature) حالت ہی میں حملہ کر بیٹھتا ہے جس کے نتیجہ میں پودے سے مار کھا جاتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔

ملبورن کے ایک فورم Fresh Science 2003 میں ڈاکٹر Mathesius نے بتایا کہ انہوں نے یہ تجربہ الفلفا (Alfalfa) قسم کے پودے پر کئے ہیں۔ انہوں نے مصنوعی طور پر وہ کیمیکل بنائے جن کے ذریعہ دوست اور دشمن بکٹیریا سگنل دیتے ہیں۔ یہ پودے ۲۵۰۰ اقسام کے پروٹین بناتے ہیں جن میں سے ۱۵۰ پر ان سگنلز کا اثر پایا جاتا ہے جن میں سے اکثر کا تعلق پودہ کے دفاعی نظام سے تھا۔ وہ کہتے ہیں ہمیں ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ یہ پودے ایسی ذہانت اور سمجھ بوجھ کے ساتھ دشمن کے خلاف اپنا دفاع کرتے ہوں گے۔ اب تک کسی کو یقینی طور پر یہ پتہ نہ تھا کہ پودوں کا جاسوسی نظام اتنا شاندار ہوگا کہ وہ دشمن کے منصوبہ کا چوری چھپے پتہ لگا لیتے ہیں اور وسیع پیمانہ پر فوری طور پر جوابی کارروائی کرتے ہیں۔

اس تحقیق کے نتیجہ میں پودوں کو بکٹیریا کے حملوں سے بچانے کے لئے نئے طریق وضع کئے جا سکیں گے اور ایسے کیمیکلز بنائے جا سکیں گے جن کو سپرے کر کے بکٹیریا کو دھوکہ دے کر حملوں سے باز رکھا جائے۔ یا پھر ایسے پودے بنائے جا سکیں گے جو خود اپنے اندر ہی ایسے کیمیکلز کے سگنل چھوڑ سکیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں کہ جب آپ کسی پودہ کو دیکھتے ہیں تو بظاہر نظر آتا ہے کہ وہ کچھ کام وام نہیں کرتا۔ لیکن اگر بغور زمین کے اندر پوشیدہ جڑوں کو دیکھیں تو تب پتہ لگتا ہے کہ کتنا بڑا پیچیدہ نظام ہے جو پیچھے کام کر رہا ہے۔ لگتا ہے کہ پودے اندھے نہیں ہیں بلکہ دیکھتے اور سنتے اور بولتے ہیں۔

(ماخود از سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۲۱۔۸۔۰۳)

سبحان اللہ! ’کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا‘۔ اللہ تعالیٰ نے پودہ کی جڑ، تنا، شاخوں اور پتوں وغیرہ میں کیسا شاندار نظام جاری فرما دیا ہے جس کے بغیر کوئی چھوٹے سے چھوٹا بُوٹا بھی نہ اُگ سکتا ہے نہ پھل پھول سکتا ہے۔ تبھی تو کھیتوں کے مالک نے فرمایا: ﴿اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۔ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾۔ (الواقعہ ۶۴۔۶۵) بھلا بتاؤ تو سہی کہ جو کچھ تم کاشت کرتے ہو کیا تم ہی ہو جو اسے اُگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

کیوں نہیں اے ہمارے پیارے خالق و مالک! ہمیں تسلیم ہے کہ آپ ہی اگانے والے ہیں۔ ہم کون اگانے والے ہوتے ہیں۔ سچ ہے

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھَل پھُل لاؤنا لاوے یا نہ لاوے

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: پچیس (۲۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

یورپ: چالیس (۴۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

دیگر ممالک: ساٹھ (۶۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

2 BED FLAT

AVAILABLE FOR

RENT / SALE

FITTED KITCHEN

NEW BATH TILES/FIXTURES

2MINUTES WALK

SOUTHFIELD TUBE STATION

CONTACT:

01483825177

07977135985 / 07792619259

بقیہ: حاصل مطالعہ از صفحہ نمبر ۱۲

سے آگاہ کریں‘‘۔ والد صاحب عدالت میں چلے گئے اور اپنی گاڑی واپس بھیج دی تا کہ والدہ صاحبہ کو وہاں لے جائے جہاں بانیٔ سلسلہ احمدیہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں ان کے ہمراہ گیا۔ بانیٔ سلسلہ کی آمد پر ریلوے سٹیشن پر بڑا ہجوم جمع ہوگیا تھا جس نے ہر قسم کے مخالفانہ اور پر تشدد مظاہرے کئے تھے اور جن راستوں سے انہیں گزرنا تھا وہاں ان کی گاڑی پر پتھراؤ کیا گیا تھا۔

ان کی رہائش گاہ پر پہنچ کر والدہ ان کی اہلیہ محترمہ سے ملیں، اپنا تعارف کروایا اور کہا کیا میں چند منٹوں کے لئے مرزا صاحب سے مل سکتی ہوں؟۔ یہ پیغام انہیں پہنچا دیا گیا۔ جواب آیا کہ ابھی وہ عصر کی نماز کے لئے جانے کے لئے ادھر سے گزریں گے اس لئے چند لمحوں کے لئے وہاں رک سکیں گے۔ میں والدہ کی خوابوں کے بارہ میں سن چکا تھا اور میری عمر اس وقت ساڑھے گیارہ سال تھی۔ مجھے خوابوں کی نوعیت کا بھی علم تھا اس لئے مجھے بھی اضطراب تھا کہ دیکھوں کہ پہلی نظر پڑتے ہی اس کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ مجھے لگتا تھا میں بھی اندازہ لگا سکوں گا کہ یہ وہی وجود ہیں یا نہیں۔ وہ تشریف لائے اور چند قدموں کے فاصلہ پر تشریف فرما ہوگئے۔ والدہ صاحبہ لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھی تھیں وہ اپنی اہلیہ کے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے بعد میں محسوس کیا کہ وہ عادتاً سر جھکا کر بیٹھتے تھے گویا کسی گہری سوچ میں ہوں۔ جب کوئی جماعت میں شامل ہونا چاہتا تو وہ اسے تنبیہ کرتے کہ ’’یہ بڑا سنجیدہ معاملہ ہے اس لئے سوچ لیں اور اس کے بعد فیصلہ کریں کہ آپ ان ذمہ داریوں کو نباہنے کے قابل بھی ہو سکیں گے یا نہیں؟ کیونکہ راستہ کٹھن ہے ایسا نہ ہو کہ آپ مشکلات سے دوچار ہوں‘‘۔ اب یہاں ایک خاتون بیٹھی تھیں جن کے شوہر کو وہ ذرا سا جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ جماعت میں شامل نہیں۔ جونہی وہ تشریف فرما ہوئے والدہ نے کہا ’’حضور میں بیعت کرنا چاہتی ہوں‘‘۔ ’’اچھا! میرے پیچھے پیچھے بیعت کے الفاظ دہرائیں‘‘۔ انہوں نے الفاظ کہے اور والدہ نے ان کے پیچھے وہی الفاظ دہرا دئے۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کی اور نماز کے لئے چلے گئے۔

والدہ صاحبہ کچھ دیر ان کے پاس ٹھہریں اور پھر واپس اپنے گھر آگئیں۔ والد صاحب کچہری سے آتے ہی ان کے پاس گئے اور پوچھا آپ گئی تھیں؟۔ والدہ نے کہا: ہاں میں گئی تھی۔ ’’پھر کیا دیکھا‘‘؟۔ والدہ نے جواب دیا ’’یہ وہی وجود ہے‘‘! وہ کہنے لگے ’’آپ نے کوئی فیصلہ تو نہیں کیا؟‘‘۔ والدہ نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ’’میں نے بیعت کر لی ہے‘‘۔ والد صاحب کہنے لگے ’’یہ آپ نے اچھا نہیں کیا‘‘۔ تب انہوں نے اپنے خدمت گار کو بلایا اور کہا کہ ’’میری چارپائی دوسرے کمرے میں ڈال دو‘‘۔ والدہ نے کہا ’’دوسرے کمرے میں نہیں، مردانہ مہمان خانہ میں ڈالو‘‘۔ والد نے مڑ کر کہا ’’کیوں؟‘‘۔ والدہ نے جواب دیا ’’اس لئے کہ میں نے نور دیکھ لیا ہے اور آپ ابھی تک اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں‘‘۔

اب یہ بات کوئی شخص مجھے بتاتا تو مجھے اس کا یقین ہی نہ آتا کہ والدہ نے ایسی بات کہی ہوگی۔ وہ دونوں یک جان و دو قالب تھے اس لئے سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ ان کے مابین اتنا سنجیدہ اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہ معاملہ ایمان کا ہے تو انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ والد صاحب مسکرائے اور خدمت گار سے کہا تم جاؤ مجھے پتہ تھا آخر جیت انہیں کی ہوگی۔ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ والد صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ میں بھی اس وقت ان کے ہمراہ تھا۔ ہماری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی۔ اس کے تین سال بعد جب میں ساڑھے چودہ سال کا تھا اور والد صاحب کی عدالت سے چھٹیوں کے دوران، ان کے ساتھ جماعت کے مرکز قادیان گیا ہوا تھا، میں نے بھی بیعت کر لینے کا فیصلہ کیا اور بیعت کی۔ والد صاحب نے اس بارہ میں مجھے ایک لفظ تک نہیں کہا شاید وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ابھی میری عمر ایسے معاملات میں فیصلہ کرنے کی نہیں۔ بانیٔ سلسلہ ایک چھوٹی سی مسجد میں تشریف رکھتے تھے جو ان کے گھر کا حصہ ہی تھی۔ ظہر یا عصر کی نماز کے بعد میں نے بیعت قبول کرنے کی درخواست کی اور انہوں نے ازراہ کرم بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔ اس طرح میں بھی جماعت کا باقاعدہ رکن بن گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے اس وقت بیعت کر لی کیونکہ بانیٔ سلسلہ کا اگلے برس یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال ہوگیا۔ اگر میں اس وقت بیعت نہ کرتا تو ساری عمر اس بات کا پچھتاوا رہتا کہ میں ان کے دست مبارک پر بیعت نہ کر سکا۔

ان کی وفات کے بعد خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا انتخاب ہوا۔ وہ ان کے سب سے نمایاں مرید تھے مگر ان کا کوئی خاندانی یا خون کا رشتہ ان سے نہیں تھا۔ وہ اپریل ۱۹۱۴ء میں فوت ہو گئے تو ان کے بعد بانیٔ سلسلہ کے سب سے بڑے بیٹے کا بطور خلیفۃ المسیح الثانیؓ، انتخاب ہوا جو اس وقت ۲۵ برس کے تھے۔ وہ جماعت میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتے تھے اس وجہ سے نہیں کہ وہ بانیٔ سلسلہ کے خلف تھے بلکہ اس لئے کہ ہر شخص ان کی خوبیوں کا معترف تھا اور جانتا تھا کہ وہی ہیں جو قیادت کے اہل ہیں‘‘۔

(’’سر ظفر اللہ خاں کی یاد داشتیں‘‘ صفحہ ۹۸ تا ۱۰۴) محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب۔ ناشر اورینٹل پبلشر ٹورانٹو۔ کینیڈا اشاعت ۲۰۰۳ء)

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

مکرم چودھری عبدالرحیم صاحب

محترم چودھری عبدالرحیم صاحب کو یہ سعادت حاصل تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اُس گھڑی کی مرمت کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی جسے حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۹ء کے اپنے اختتامی خطاب میں حاضرین کو دکھاتے ہوئے وہ روایت سنائی تھی کہ گھڑی ٹھیک کرنے والے کو خواب میں پہلے ہی یہ گھڑی دکھا کر بتادیا گیا تھا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی گھڑی ہے۔ چنانچہ جب یہ گھڑی ایک احمدی دوست حضرت عبدالعزیز مغل صاحبؓ نے محترم چودھری صاحب کو ٹھیک کرنے کے لئے دی تو یہ بات اُن کے لئے تقویت ایمان کا باعث بن گئی۔

ماہنامہ "احمدیہ گزٹ" کینیڈا اپریل ۲۰۰۳ء میں محترم چودھری عبدالرحیم صاحب کا تفصیلی ذکرخیر آپ کے صاحبزادے مکرم عبداللطیف چودھری صاحب نے کیا ہے۔

محترم چودھری عبدالرحیم صاحب ہیڈڈرافٹس مین (دفتر چیف انجینئر لاہور) خود بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں جب مَیں امرتسر میں پڑھا کرتا تھا تو گرمیوں کی چھٹیوں میں بلّو کی چلا جاتا تھا جہاں میرے بڑے بھائی ملازم تھے۔ وہ ایک پیر صاحب کے مرید تھے جن کی یاد میں ایک رسالہ صوفی جاری تھا جس میں اولیاء اللہ کے حالات درج ہوا کرتے تھے۔ یہ رسالہ مَیں نے بھی اپنے نام جاری کروالیا۔ ایک بار مجھے خیال آیا کہ مَیں اُس دَور میں کیوں پیدا نہیں ہوا جب اولیاء اللہ آتے تھے۔ یہ خیال بڑھنے لگا اور کچھ عرصہ بعد جنون تک پہنچ گیا۔ ایک رات ایک کتاب میں پڑھا کہ آنحضرت ﷺ کا وجود اگرچہ ہم میں نہیں لیکن بطور نبی وہ زندہ ہیں اور اگر آج بھی امت میں کوئی نقص واقع ہوجائے تو آپؐ کی قوت قدسیہ اسے درست کردیتی ہے۔ مجھے خیال آیا کہ شاید حضورؐ میری حالت بھی درست فرمادیں لیکن پھر سوچا کہ مَیں بھلا کس شمار میں ہوں۔ اس پر مَیں نے رونا شروع کردیا اور اسی حالت میں سوگیا تو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کا انتظار ہورہا ہے، آپؐ تشریف لائے تو ہم سب نے آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور پھر آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا جو یاد نہیں رہا لیکن خطبہ کے دوران میری طرف دیکھ کر فرمایا: عبدالرحیم نماز پڑھا کرو۔ پھر آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔ مَیں نے مسجد جاکر نماز پڑھی۔ اس سے پہلے میری نماز کی طرف رغبت نہ تھی لیکن اس کے بعد باالتزام پڑھنے لگا۔ پھر مَیں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ میری اضطراب میں کی گئی دعا قبول فرمالیتا ہے تو مجھے ازحد خوشی ہوئی۔

۱۹۱۶ء میں خواب دیکھا کہ کسی نے مجھے جیبی گھڑی مرمّت کے لئے دی ہے۔ یہ کام مَیں نے شوقیہ سیکھا ہوا تھا۔ جب مَیں نے گھڑی کو کھول کر مشین دیکھی تو سخت متعجب ہوا کہ اس میں دو Main Spring تھے جبکہ عموماً گھڑیوں میں ایک ہوتا ہے۔ اُس شخص نے بتایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی گھڑی ہے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

ورکشاپ میں میرے ساتھ ایک احمدی مولوی عبدالرشید صاحب رہتے تھے۔ میری اُن سے محبت ہوگئی لیکن احمدیت سے خاندانی نفرت کی بنیاد پر احمدیت کے بارہ میں کوئی کلمہ سننا گوارا نہ تھا اور اسے تضیع اوقات خیال کرتا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں میری تبدیلی اُن کے ماتحت ہوگئی لیکن اُن کی محبت کے باوجود میری نفرت وہی تھی۔ ایک روز وہ خوش الحانی سے نظم پڑھ رہے تھے: "اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد"۔ اس نظم نے میرے ذرّہ ذرّہ کو ہلا دیا اور مَیں نے بے تاب ہوکر پوچھا کہ یہ کس کی نظم ہے۔ اُن کے بتانے پر کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ہے، مجھے یقین نہ آیا اور مَیں نے کتاب دیکھنے کی خواہش کی۔ براہین احمدیہ کا حصہ پنجم پہلی کتاب تھی جو مَیں نے پڑھی تو سارا تعصب جاتا رہا اور پھر مَیں نے شوق سے سلسلہ کا لٹریچر پڑھنا شروع کردیا۔

جب مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں تو استخارہ کیا۔ تو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے خود تشریف لاکر اپنی صداقت کی خبر دی۔ جب مَیں نے اپنے والد صاحب اور دیگر احباب کو بتایا تو وہ مجھے مولوی سلام بابا صاحب امرتسری کے پاس لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ فقیر ان جھگڑوں میں نہیں پڑتا اور مولوی خیر شاہ صاحب کا پتہ دیدیا۔ اُن کے پاس گئے تو انہوں نے حضورؑ کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے اور ایک نیا استخارہ بتایا۔ اُس کے مطابق استخارہ کیا تو بڑا واضح خواب آیا۔ جب مولوی خیر شاہ صاحب کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے کہا کہ جب اللہ ہی تمہیں گمراہی کے گڑھے میں گرانا چاہتا ہے تو مَیں کیا کرسکتا ہوں۔

دوسری طرف مجھ پر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت آشکار ہوچکی تھی لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کی طرف رغبت نہیں ہوتی تھی۔ چند دن بعد ایک اَور خواب دیکھا جس میں حضرت مصلح موعودؓ کے حلیہ میں آنحضور ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر کئے بغیر یہ خواب مولوی سلام بابا صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ جن کے حلیہ میں آنحضور ﷺ کو دیکھا ہے اُنہی کے دامن سے وابستگی آپ کو آنحضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچاسکتی ہے۔ مَیں نے کہا اگر علماء مخالف ہوں تو پھر بھی اُن کی بیعت کرلوں۔ کہا کہ خواہ سارا جہان مخالف ہوجائے پھر بھی اُن کی بیعت فرض ہے۔

کچھ دن بعد پھر ایک خواب دیکھا جس میں احساس تھا میری دنیا کی محبت آنحضور ﷺ کی ناراضی کا باعث ہورہی ہے۔ چنانچہ مَیں نے فروری ۱۹۲۱ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔ اس کے بعد کئی فتنے اُٹھے لیکن حضورؓ کی نسبت میرے دل میں ذرّہ بھر شک پیدا نہیں ہوا بلکہ ہر دفعہ ایمان میں ترقی ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ بہت سے انبیاء جن میں سے بعض کو مَیں جانتا تھا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا استقبال کررہے ہیں۔ پھر خواب میں مجھے بتایا گیا کہ یہ خلیفہ ثالث ہوں گے۔

۱۹۲۲ء کے آغاز میں ایک تقریب پر مَیں لاہور گیا تو بھائی عبدالعزیز مغل صاحب نے مجھے ایک جیبی گھڑی دی کہ اسے مرمّت کردوں۔ جب مَیں نے مشین دیکھی تو سخت متعجب ہوا کہ اس میں ایک کے بجائے دو Main Spring لگے ہوئے تھے۔ مغل صاحب نے کہا جانتے ہو یہ کس کی گھڑی ہے؟ میرے نفی میں جواب دینے پر بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی گھڑی ہے۔ اسی وقت مجھے اپنا پرانا خواب یاد آگیا۔ اور پھر مَیں نے گھڑی کو ٹھیک کیا۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ محترم چودھری عبدالرحیم صاحب کی وفات ۲۹؍مئی ۱۹۶۹ء کو ۷۱؍سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ وفات تک اسلامیہ پارک لاہور کی جماعت کے صدر رہے۔

تجارت اور دیانتداری

ماہنامہ "تشحیذالاذہان" ربوہ جون ۲۰۰۳ء میں حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کے بیان فرمودہ چند دلچسپ واقعات (مرتبہ: مکرم خواجہ عبدالعظیم صاحب) شامل اشاعت ہیں۔

حضرت شیخ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میرے ایک غیراحمدی دوست عبدالمجید صاحب گوشت بہم پہنچانے کے ٹھیکیدار تھے۔ ایک بار انہوں نے پانچ سو بھیڑوں کا سودا بھیڑوں کے مالک کے ایجنٹ سے کرلیا اور بیعانہ بھی دیدیا۔ جب اصل قیمت لے کر گئے تو مالک نے سودے کو فسخ کرتے ہوئے کہا کہ ایجنٹ نے دیانتداری نہیں برتی کیونکہ بھیڑوں میں مری کی بیماری پھیل چکی ہے اور چند دن میں ان کا مرجانا یقینی ہے اس لئے دیانتداری کے خلاف ہے کہ مَیں آپ سے قیمت وصول کروں۔ عبدالمجید صاحب کا بیان تھا کہ وہ اس تاجر کی دیانتداری پر حیران رہ گئے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تاجر احمدی تھا۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے بمبئی سے ایک کتاب منگوائی اور آٹھ روپے بارہ آنے VP کے ادا کردیئے۔ دو سال بعد کتب فروش نے مجھے بارہ آنے بھجواتے ہوئے لکھا کہ حساب آڈٹ کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ سہواً بارہ آنے زیادہ وصول ہوگئے ہیں۔ اسی طرح کلکتہ کی بٹرورتھ کمپنی سے قانون کی ایک کتاب ۱۹۲۴ء میں سولہ روپیہ میں منگوائی تو ۱۹۳۷ء میں مجھے معلوم ہوا کہ اس کتاب میں سولہ صفحات کا جزو غلطی سے نہیں لگایا گیا اور وہ صفحات موجود ہی نہیں۔ کمپنی کو لکھنے پر انہوں نے ایک نئی کتاب میں سے وہ ورق نکال کر مجھے بھیج دیئے کہ کمی کو پورا کرلوں۔ حالانکہ اس طرح نئی کتاب کا ضائع ہوجانا یقینی تھا۔

مزید فرماتے ہیں کہ مدراس کی ایک انگریز فرم P.R & Sons جواہرات کا کاروبار کرتی تھی۔ کسی نے فرم سے ۵۰ روپے کا مال منگوایا لیکن قیمت ادا نہ کی۔ فرم نے میرے ذریعہ اُس بددیانت گاہک سے پچاس روپے وصول کرنے کیلئے کئی گنا زیادہ رقم خرچ کی لیکن اپنا اصول نہیں توڑا کہ "نہ ہم بددیانتی کرتے ہیں اور نہ بددیانتی کو برداشت کرسکتے ہیں"۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۶؍مئی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم صابر ظفر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

مَیں نے جو اس دلِ مسرور کی بیعت کی ہے
سلسلہ وار تعلق کی اطاعت کی ہے
خودبخود کھلتا چلا جائے گا احوال مرا
مجھے کہنا نہ پڑے گا کہ محبت کی ہے
اس کی خوشبو کا تسلسل تو رہے گا دائم
وہ جو مٹی کے سپرد ایک امانت کی ہے

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۷؍مئی ۲۰۰۳ء کی زینت مکرم عبدالسلام اسلام صاحب کی طویل نظم "عہدزریں" سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

خیال و خواب میں ہر دم تری تصویر دیکھیں گے
جو پھیلائی ہے تُو نے علم کی تنویر دیکھیں گے
کبھی تڑپیں گے ہم سن کر تری پُرجوش تقریریں
نگاہ شوق سے گاہے تری تحریر دیکھیں گے
لکھا جو نام دل پر وہ مٹایا جا نہیں سکتا
مِرا طاہر کبھی ہم سے بھلایا جا نہیں سکتا
نگاہوں سے چھپے گا تُو ، دلوں میں تیرا گھر ہوگا!
عجب تیرا سفر ہوگا ، عجب تیرا حضر ہوگا!

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 | Friday, October 24, 2003 | Issue No. 43

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خودنوشت اور مذہب سے والہانہ وابستگی

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے ۱۹؍مئی ۱۹۶۲ء کو نیویارک میں پروفیسرز وائین ولکاکس اور آئیلی۔ٹی۔ایمبری۔کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:۔

سوال: اگرآپ پسند کریں تو ہم مذہب کے بارہ میں کچھ گفتگو نہ کریں کہ کس طرح اس نے آپ کی زندگی کو متأثر کیا اور آپ کی زندگی میں مذہب کا کیا مقام ہے وغیرہ وغیرہ؟

جواب: ”یہ بڑا وسیع اور سنجیدہ موضوع ہے۔وسیع ان معنٰی میں کہ میرے خیال میں اور تمام مسلمانوں کے خیال میں مذہب زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔میرے معاملہ میں اس کا آغاز بہت ابتداء میں ہوا۔میں خاص طور سے بہت خوش نصیب تھا کہ میری والدہ کی شخصیت گھر کی غالب شخصیت تھی۔انہوں نے کوئی کتابی علم حاصل ہی نہیں کیا تھا۔اگر میں کہہ دوں کہ وہ کافی حد تک خواندہ بھی نہیں تھیں تو غلط نہیں ہوگا۔وہ اس وقت ملک کے اس حصہ میں پیدا ہوئیں جسے پنجاب کہا جاتا تھا اور وہ اس وقت سکھوں کے زیرنگیں تھا۔اس وقت تک مغلوں کے زمانے کا دیہی نظام تعلیم وثقافت مٹ چکا تھا سو انہوں نے خواندگی کے نام سے جو کچھ بھی پڑھا وہ اتنا ہی تھا کہ وہ قرآن شریف ناظرہ پڑھ لیتی تھیں اور اس کا رسم الخط اردو جیسا ہی ہے۔ناظرہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ معانی نہیں سمجھتی تھیں کیونکہ انہیں عربی نہیں آتی تھی۔ایسے لوگوں کے لئے جو خواندہ نہیں تھے قرآن کا پڑھ لینا ہی کافی سمجھا جاتا تھا کہ وہ کم ازکم قرآن کی تلاوت تو کر سکتے تھے۔مگر انتہائی مذہبی مزاج کی تھیں اور انہیں ابتدائے عمر ہی سے روحانی تجربات ہونا شروع ہوگئے تھے۔ان میں سے اکثر کا تعلق ان کے پہلے تین بچوں سے تھا جو مجھ سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ اس میں دنوں صرف ہو جائیں گے۔میں نے اردو میں ایک کتاب میری والدہ کے نام سے لکھی ہے جس میں ان کے مختصر حالات بیان کئے ہیں۔زیادہ بڑی کتاب تو نہیں کوئی ایک سو پچاس صفحات کی کتاب ہے۔

میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے دیکھا کہ میرے ماں باپ بڑے مذہبی لوگ ہیں۔میرے والد کی جو تصویر میرے ذہن میں مستحضر ہے وہ یہ ہے کہ سہ پہر کو جب وہ کچہری سے آتے تو ہم چائے پر ان کے منتظر ہوتے مگر وہ ہاتھ منہ دھوتے،نماز پڑھنے کے لئے کونے میں بچھی ہوئی جائے نماز پر کھڑے ہوجاتے ،اور فارغ ہوکر ہمارے ساتھ چائے میں شریک ہوتے تھے۔میں دوسروں کو بھی نماز پڑھتے دیکھ چکا تھا مگر وہ دوسروں کی نسبت لمبی نماز پڑھتے تھے،بعض اوقات اتنی لمبی کی ہم لوگ بیقرار ہوجاتے کہ کب نماز ختم ہو اور کب چائے پئیں مگر وہ نماز کے سوا باقی ہر چیز سے بے خبر ہوتے تھے۔

میری والدہ اپنے فرائض کے معاملہ میں بڑی محتاط تھیں،انہیں خوابوں کے ذریعہ روحانی تجربات ہوتے رہتے تھے بعض اوقات الہام بھی ہوتے تھے جو ان کی زندگی پر اثر انداز ہوتے،مشکل وقت میں ان کو راستہ دکھاتے اور صراط مستقیم پر چلاتے تھے۔ان کی زندگی اور ان کے تجربات ہمارے لئے مستقل سبق کا حکم رکھتے تھے اور ہمیں اس کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں تھی۔مثال کے طور پر ان کے ایک دو واقعات بیان کردیتا ہوں۔میرے والد صاحب کی وفات کے کئی سال بعد کی بات ہے،یعنی ۱۹۳۵ء کی جب میں وائسرائے کی کونسل کا رکن تھا،ہمیں شملہ پہنچے ابھی دو یا تین ہفتے ہی ہوئے تھے،اور ہم سرکاری رہائش گاہ ری ٹریٹ میں رہتے تھے کہ مجھے حیدرآباد دکن سے ایک تار موصول ہوا کہ میرے ایک عزیز دوست جو مجھے بھائیوں کی طرح عزیز تھے اور والدہ صاحبہ انہیں بیٹوں کی طرح عزیز رکھتی اور چاہتی تھیں،اور جو اپنے کسی کام سے حیدرآباد دکن گئے ہوئے تھے،وہ بڑے سخت علیل ہیں۔میں نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ وہ ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔اسی رات مجھے ایک دن کے لئے دہلی جانا پڑ گیا۔مَیں دہلی گیا اور اگلے روز واپس شملہ پہنچ گیا۔جب میں دہلی میں تھا تو مجھے ایک تار ملا جو شملہ سے ری ڈائریکٹ کیا گیا تھا،اس میں لکھا تھا کہ میرے دوست پچھلی رات انتقال کر گئے ہیں۔میں شملہ پہنچا تو والدہ صاحبہ نیچے آئیں اور پوچھا ”انعام اللہ کی کیا خبر ہے؟“ میرے دوست کا نام انعام اللہ تھا۔میں نے کہا ”وہی خبر ہے جس کا ہمیں خوف تھا“۔وہ جذباتی ہوگئیں مگر خود پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگیں ”کس وقت“؟ میں نے عرض کیا کہ ”مجھے دہلی میں تار ملا تھا جو شملہ سے ری ڈائریکٹ کیا گیا تھا۔اس میں لکھا تھا وہ پچھلی رات فوت ہوئے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا یہ واقعہ دو راتیں قبل ہوا۔“ فرمانے لگیں ”کس وقت“؟ میں نے کہا وقت کا تو پتہ نہیں جو آدمی ہم نے ان کی بیماری کی خبر سن کر حیدرآباد بھیجا تھا وہ آئے گا تو پتہ چلے گا۔“ کہنے لگیں ”یہ تقریباً تین بجے کا وقت تھا“۔میں نے پوچھا آپ کو کوئی اشارہ ہوا تھا؟“ کہنے لگیں ”ہاں۔میں تہجد کی نماز پڑھ رہی تھی اور ان کی صحت کے لئے دعائیں کررہی تھی۔جب میں نماز پڑھ چکی تو سوچا تھوڑی دیر کے لئے لیٹ لوں مگر پھر خیال آیا کیوں نہ یہ وقت بھی دعا ہی میں گزاروں اور میں لیٹے لیٹے دعائیں کرتی رہی۔یکایک میں نے آواز سنی۔یوں لگتا تھا کوئی میرے سرہانے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے ”اس کی بجلی بنیاد سے ہی کاٹ دی گئی ہے“۔میں فوراً اٹھی اور تمہاری بیوی کو جگا کر بتایا کہ انعام اللہ فوت ہو گیا ہے۔تمہاری بیوی نے پوچھا اماں کیا آپ کو کوئی اشارہ ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں مجھے آواز سنائی دی ہے“۔جب وہ آدمی جو ہم نے حیدرآباد بھیجا ہوا تھا واپس آیا تو اس نے میرے دوست کے آخری وقت کے بارہ میں بتایا کہ ان کی وفات تقریباً صبح تین بجے کے قریب ہوئی تھی۔

میں ایک اور واقعہ بیان کردوں۔اس وقت میں سترہ سال کا تھا۔ہم اس وقت سیالکوٹ میں تھے جہاں میرے والد وکالت کا کام کرتے تھے۔یہ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کا سال تھا۔اس وقت بادشاہ کی بیماری کی بھی کوئی خبر نہیں تھی نہ ہی کوئی اس قسم کی بات تھی کہ والدہ صاحبہ نے ایک عجیب خواب دیکھی۔انہوں نے دیکھا کہ وہ سیالکوٹ چھاؤنی میں گاڑی پر سیر کررہی ہیں۔جب چرچ آف انگلینڈ کے قریب پہنچی ہیں تو دیکھا ہے کہ چرچ کے برج کے عین اوپر سے ایک پتھر غائب ہے اور وہ منظر عجیب لگتا ہے۔انہوں نے میری ایک کزن سے جو ان کے ساتھ گاڑی میں تھیں کہا ”شریفہ“۔(یہ اس کزن کا نام تھا) ”دیکھو اس برج کے درمیان میں سے ایک پتھر غائب ہے اور کتنا بُرا لگتا ہے“۔میری کزن نے جواب دیا آپ دیکھتی نہیں کہ معمار ایک ویسا ہی پتھر تراش رہے ہیں جو اس کی جگہ لگا دیا جائے گا اور کوئی فرق بھی محسوس نہیں ہوگا“۔جب والدہ صاحبہ نے یہ خواب سنایا تو کہا ”خبر نہیں اس خواب کا مطلب کیا ہے“۔ہفتہ دس دن کے اندر ہی بادشاہ کی وفات کی خبر آ گئی۔وہ چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ تھے۔

میں نے ان تجربات کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ کوئی خاص واقعات تھے بلکہ اس لئے کیا ہے کہ انہیں اس قسم کے تجربات ہوتے رہتے تھے۔بعض ایسی خوابیں بھی تھیں جو ان کی زندگی کو خاص راستہ پر چلانے والی بنیں۔ایک ایسی ہی خواب کی وجہ سے وہ میرے والد صاحب سے بھی پہلے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئیں۔اس زمانہ میں تحریک کو آج کل کی نسبت کہیں زیادہ مخالفت کا سامنا تھا۔بانئ سلسلہ حیات تھے اور ان کی زندگی اور دعوؤں کے باب میں بڑی شدید مخالفت ہو رہی تھی۔والدہ صاحبہ نے انہیں کواب میں دیکھا۔عملی زندگی میں انہوں نے ان کو کبھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔بعد میں جب ان کو ان سے ملنے کا موقعہ میسر آیا تو انہیں یاد آ گیا کہ وہی مکان تھا وہی جگہ تھی اور وہی وجود تھا جسے انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔انہیں کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کون ہیں،ان کا کیا نام ہے، ان کے دعوے کیا ہیں؟ میرے والد صاحب کو پتہ تھا مگر والدہ صاحبہ کو کچھ پتہ نہیں تھا انہوں نے صرف ان کا خاندانی نام ”مرزا صاحب“ سنا ہوا تھا۔جب والدہ صاحبہ نے تیسری بار ان کو خواب میں دیکھا تو والد صاحب سے پوچھا کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخصیت کون ہے میں ان کو کیا بتاؤں“۔والد صاحب کہنے لگے ”آپ ان کو بتائیں کہ آپ نے احمد کو دیکھا ہے“ ان کا اسم گرامی غلام احمد تھا مگر وہ احمد کے نام سے بھی جانے جاتے تھے مگر والدہ کو اس کا پتہ نہیں تھا۔اگلے روز والدہ نے والد صاحب سے کہا کہ انہوں نے احمد کو دیکھا ہے تو والد صاحب نے کہا ”احمد،رسول کریم ﷺ کا نام بھی ہے ہوسکتا ہے آپ نے ان کو دیکھا ہو۔کہنے لگیں ”نہیں،میں نے جسے دیکھا ہے وہ زندہ وجود ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھے صراط مستقیم پر لانا چاہتا ہے“۔اس کے کوئی ایک مہینہ کے بعد کی بات ہے کہ بانئ سلسلہ احمدیہ سیالکوٹ تشریف لائے۔والدہ صاحبہ نے ان سے پوچھا کہ ”کیا وہ جا کر ان سے مل سکتی ہیں“۔انہوں نے کہا کہ ”ضرور ضرور مگر فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں“۔میں نے پہلے آپ کو بتایا ہے کہ یہ معاملہ بڑا متنازع تھا کہ ایک ہی گھر میں بیوی ایک طرف ہو اور شوہر دوسری طرف تو سارا گھر ہی اختلاف کا شکار ہوسکتا تھا اور مذہبی اختلافات شدید اور ناگوار صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔والدہ کہنے لگیں ”آپ تو عالم آدمی ہیں اور ان باتوں کا مطالعہ کر رہے ہیں اور آپ اپنے مطالعہ کے نتیجہ میں کسی فیصلہ پر پہنچیں گے۔میں ان پڑھ ہوں مجھے کسی علم کا دعویٰ نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے طریق پر مجھ کو صراط مستقیم کی طرف لے جا رہا ہے۔اگر میں نے دیکھا کہ یہ وہی وجود ہے تو میں خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گی کہ وہ تو مجھے ہدایت دے رہا ہے اور میں پیچھے رہی جا رہی ہوں،اس لئے میں تو قبول کرنے میں تأمل نہیں کروں گی۔اور اگر یہ وہ وجود نہیں ہے تو پھر آپ اپنا مطالعہ جاری رکھیں اور مجھے اس کے نتیجہ

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت،شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے،انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔